جلد ۴ اپریل ۱۹۶۳ء شمارہ ۴

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (اٰل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ چھ روپے فی پرچہ ۶۰ پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

اپریل سنہ ۱۹۶۳ء

(ایڈیٹر)

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ:- چھ روپے ۔ فی پرچہ:- ساٹھ پیسے

فہرست مضامین

طابع و ناشر:- چوہدری محمد ابراہیم، مطبع:- ضیاء الاسلام پریس، ربوہ، مقامِ اشاعت:- دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جلد ۴ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۴

(۱۵ اپریل ۱۹۶۳ء)

سرچشمۂ فساد اور اس کا انسداد

ظنونِ فاسدہ سے اجتناب کے متعلق قرآن کی پُرحکمت تعلیم

گزشتہ شمارہ میں ہم نے قرآن مجید کی آیات اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کی روشنی میں جماعتی اتحاد کی اہمیت اور خدمتِ اسلام کے نقطۂ نگاہ سے اس کی عظیم الشان برکات کو واضح کیا تھا حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے جماعتی اتحاد پر بے انتہا زور دیا ہے۔ اس نے نہ صرف اُن ذرائع پر روشنی ڈالی ہے جنہیں اختیار کرنے سے جماعتی اتحاد مضبوط سے مضبوط تر ہو کر بنیان مرصوص کی صورت اختیار کر سکتا ہے بلکہ اس نے کمالِ حکمت سے اُن رخنوں کی بھی نشاندہی کی ہے جن کا سدِّباب نہ ہونے کی صورت میں جماعتی اتحاد برقرار نہیں رہ سکتا۔ اِن رخنوں سے باخبر رہنا ازحد ضروری ہے کیونکہ اِس کے بغیر ان کا سدِّباب کرنا ممکن نہیں ہو سکتا۔ عدمِ علم اور عدمِ واقفیت کی بنا پر یہ رخنے کسی وقت بھی جماعتی اتحاد کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچانے کا موجب بن سکتے ہیں۔ ذیل میں ہم قرآن مجید کے بیان کردہ ایسے ہی ایک رخنہ کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ یہ رخنہ بظاہر اتنا خطرناک دکھائی نہیں دیتا لیکن فی الاصل یہ اتنا مہلک اور مضرّت رساں ہے کہ اسے تمام بُرائیوں اور خرابیوں کی جڑ اور فساد کا سرچشمہ قرار دیا گیا ہے۔

وہ رخنہ ہے بدظنّی کا مادہ۔ اگر کسی قوم یا جماعت کے افراد میں بدقسمتی سے یہ مادہ گھر کر جائے تو ایک طرف

افراد جماعت کی روحانیت تباہ ہوئے بغیر نہیں رہتی اور دوسری طرف جماعتی اتحاد اور مرکزیت کے لئے ایک زبردست خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ آغاز کار جب کوئی فردِ واحد بدظنی کا شکار ہوتا ہے تو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر اُس کی اصلاح نہ ہوئی تو اس کا نقصان اُس کی اپنی ذات تک ہی محدود رہے گا۔ لیکن آگے چل کر اس کے نتیجہ میں پہلے تجسّس کا مادہ پیدا ہوتا ہے، پھر یہ غیبت کی شکل اختیار کر کے دوسروں کو بھی متاثر کرنے لگتا ہے اور بعد ازاں یہ غیبت علی الاعلان عیب چینی اور بہتان تراشی میں تبدیل ہو کر جماعتی اتحاد کے لئے ایک خطرہ کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ بدظنی کا مادہ اگر کسی انسان پر غالب آجائے تو پھر اس کی نگاہ خوبیوں اور اچھائیوں پر نہیں پڑتی اور اگر پڑتی بھی ہے تو کج نگاہی کے باعث خوبیاں بھی اُسے بُرائیاں ہی نظر آتی ہیں اور وہ ان خوبیوں کے ساتھ خود ساختہ مذموم مقاصد وابستہ کرتا چلا جاتا ہے۔ پھر وہ خود ہی نہیں ڈوبتا بلکہ اور کئی کو اپنے ساتھ لے ڈوبتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بدظنی سے بہر طور بچنے کی پُرزور تلقین فرمائی ہے۔ اُس نے قرآن مجید کی متعدد آیات میں بدظنی اور اُس کی وجہ سے پیدا ہونے والی بُرائیوں اور خرابیوں کا علیحدہ علیحدہ بھی ذکر کیا ہے اور ایک نہایت جامع آیت میں یکجائی طور پر بھی انکی طرف توجہ دلا کر ان سے بچنے کی تاکید کی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ

(الحجرات آیت ۱۳)

اے ایمان والو! بدظنی سے بہت بچتے رہا کرو کیونکہ بعض بدظنّیاں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ گناہوں کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ اور اسی طرح ناروا تجسّس سے کام نہ لیا کرو۔ اور نہ بعض تم میں سے بعض کی غیبت کیا کریں۔ کیا تم میں سے کوئی اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا۔ (اگر تمہاری طرف یہ بات منسوب کی جائے تو) تم اس کو ناپسند کرو گے۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بدظنی سے بچنے نیز تجسّس کرنے اور ایک دوسرے کی غیبت کرنے سے مجتنب رہنے کی پرزور تلقین فرمائی ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ تینوں بُرائیاں یکے بعد دیگرے جس ترتیب سے بیان فرمائی ہیں درجہ بدرجہ یہ اسی ترتیب سے انسان میں پیدا ہوتی ہیں یعنی ایک بُرائی دوسری کو جنم دیتی چلی جاتی ہے۔ پہلے انسان بدظنی کا شکار ہوتا ہے پھر اس کے زیر اثر اس میں ناروا تجسّس کی عادت گھر کرتی ہے اور پھر وہ دوسروں کی پیٹھ پیچھے اُن کی غیبت کرنے لگ جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب غیبت کا مرض ترقی کرے گا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ رفتہ رفتہ علی الاعلان عیب چینی اور بہتان تراشی پر اتر آئے گا اور اس کی تمام طاقت دوسروں کو اپنا ہم خیال بنانے اور اس طرح عام

بے چینی پھیلا کر جماعتی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے میں صرف ہونے لگے گی۔ اس سے ظاہر ہے کہ بدظنی ہی اِن سب خرابیوں کی جڑ ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اِس آیت میں اِس سے بہت زیادہ ہوشیار رہنے اور بچنے کی تاکید فرمائی ہے اور بتایا ہے کہ بدظنی کو معمولی بُرائی نہ خیال کرو۔ یہ بدظنی ہی بڑھتے بڑھتے گناہوں کے ارتکاب پر دلیری پیدا کرنے کا موجب بن جاتی ہے اور انسان کو عذاب کا مستحق بنا دیتی ہے۔

سورۃ الحجرات میں ہی آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے ایسے غیر تربیت یافتہ نومسلم بدوؤں کا ذکر کیا ہے جو ایمان تو لے آئے تھے لیکن بدظنی کے مرض میں مبتلا تھے۔ خدا تعالیٰ نے ان کا ذکر کرکے بتایا ہے کہ اگرچہ یہ لوگ ایمان لے آئے ہیں لیکن فی الحقیقت ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے۔ یہ ابھی تک شکوک و شبہات کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں اور اسلام کی خاطر قربانیاں کرنے میں انہیں پورا انشراح حاصل نہیں ہے۔ سچے اور حقیقی مومن وہی ہیں جو کسی قسم کے شکوک و شبہات میں پڑے بغیر خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کو لازم پکڑتے ہیں اور اپنے اموال اور اپنی جانوں کی قربانی پیش کرکے دنیا میں اسلام کو سربلند اور فتحیاب کرنے میں کوشاں رہتے ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ ؕ وَاِنْ تُطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَا یَلِتْکُمْ مِّنْ اَعْمَالِکُمْ شَیْئًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝

(الحجرات آیات ۱۵، ۱۶)

اعراب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ تو اُن سے کہدے کہ تم حقیقۃً ایمان نہیں لائے، البتہ تم یہ کہہ سکتے ہو کہ تم نے ظاہری طور پر فرمانبرداری قبول کرلی ہے کیونکہ ابھی ایمان تمہارے دلوں میں حقیقۃً داخل نہیں ہوا۔ اور اے مومنو! اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی سچی اطاعت کروگے تو وہ تمہارے اعمال میں سے کوئی عمل بھی ضائع نہیں ہونے دیگا۔ اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ مومن وہی ہوتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں اور پھر شبہ میں مبتلا نہیں ہوتے (یعنی بدظنی نہیں کرتے) اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ذریعہ سے اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں۔ یہی لوگ (اپنے دعوئ ایمان میں) سچے ہیں۔

بدظنی اور اِس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی خرابیوں سے اجتناب کی تلقین کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہمیشہ حسنِ ظن سے کام لینے کی بھی تلقین فرمائی ہے اور مومنوں کو خبردار کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی

شامتِ اعمال سے بدظنی کا شکار ہو کر اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی خرابیوں میں ملوث ہو جائے اور اس کا یہ مرض اِس قدر ترقی کر جائے کہ وہ علی الاعلان عیب چینی اور بہتان تراشی پر اُتر آئے اور اِس طرح افتراق کا بیج بونے لگے تو اُن (مومنوں) کا فرض ہے کہ وہ ایسے شخص کی باتوں میں نہ آئیں اور یہ کہہ کر کہ ہم اِس بہتان تراشی میں کبھی شریک نہیں ہو سکتے اُس فتنہ کا سدِباب کر دیں۔ چنانچہ جب ایک ایسا ہی موقع پیدا ہوا تو خدا تعالےٰ نے تنبیہہ اور تاکید کے رنگ میں فرمایا:۔

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۝ (النور آیت ۱۳)

جب تم نے یہ بات سُنی تھی تو کیوں نہ مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنی قوم کے متعلق نیک گمان کیا اور کیوں نہ یہ کہہ دیا کہ یہ تو ایک بہت بڑا جھوٹ ہے۔

نیز مزید فرمایا:۔

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝ (النور آیت ۱۷)

اور جب تم نے اِس بات کو سُنا تھا تو فوراً کیوں نہ کہدیا کہ یہ ہمارا کام نہیں کہ ہم اِس بات کو آگے دہرائیں۔ اے خدا تُو پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے۔

خدا تعالیٰ نے اِس بارہ میں صرف تنبیہہ پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ مومنوں کو ہمیشہ ہمیش کے لئے یہ مستقل ہدایت دی کہ وہ آئندہ کبھی بھی بدظنی کی بناء پر بے اطمینانی پھیلانے والوں کی باتوں میں نہ آئیں اور ان کی بات ان کے ہی مُنہ پر مار کے فتنہ انگیزی کا دروازہ بند کر دیں۔ چنانچہ اگلی ہی آیت میں فرماتا ہے:۔

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا بِمِثْلِهٖ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (النور آیات ۱۸، ۱۹)

اللہ تم کو اِس قسم کی بات کے دوبارہ کرنے سے ہمیشہ کے لئے روکتا ہے اگر تم مومن ہو۔ اور اللہ تمہارے لئے اپنے احکام بیان کرتا ہے اور اللہ بہت جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اسی پر بس نہیں اللہ تعالیٰ نے تو بدظنی کی پاداش میں منافقوں اور مشرکوں دونوں کو جہنم کے عذاب سے ڈرایا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:۔

وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۭ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ

اور تاکہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللہ پر بدگمانی کرنیوالے ہیں عذاب دے (وہ یاد رکھیں) مصیبت کا چکر انہیں پر آئے گا اور اللہ نے ان پر غضب نازل کیا اور اپنی درگاہ سے

وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ (الفتح آیت ۷)

انہیں دور کر دیا اور ان کے لئے اس نے جہنم تیار کر رکھی ہے جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔

قرآن مجید کی ان آیات سے ثابت ہے کہ بدظنی کوئی معمولی برائی نہیں ہے بلکہ یہ بے شمار برائیوں کی جڑ اور فساد کا سرچشمہ ہے۔ اس میں مبتلا ہو کر انسان کہیں کا بھی نہیں رہتا اور بالآخر خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بن جاتا ہے۔ اسی لئے وہ خدا جو اپنی قائم کردہ جماعت میں بہر حال اتحاد قائم رکھنا اور اسے قائم المرام کرنا چاہتا ہے اس میں مبتلا ہونے اور اس طرح افتراق کا بیج بو کر فتنہ و فساد پھیلانے والوں کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دیتا۔ وہ اپنے مذموم ارادوں میں ہمیشہ ناکام رہتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ہر طور بدظنی سے بچنے کی پرزور تلقین فرمائی ہے اور ہمیشہ ہمیش کے لئے انہیں اس بات کا پابند کیا ہے کہ وہ بدظنی کی بنا پر تہمتیں لگانے والوں اور اس طرح افتراق کا بیج بونے والوں سے ہوشیار رہیں اور کبھی ان کی باتوں میں نہ آئیں۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کو دنیا میں از سر نو غالب کرنے کے لئے جہاں تقویٰ شعار فدا کاران اسلام کی ایک جماعت قائم کر کے انہیں بے مثال اتحاد کی دولت سے مالا مال کیا وہاں آپ نے انہیں اس رخنہ سے بھی نہایت زوردار الفاظ میں خبردار فرمایا جو اُن کی ایمانی حالت کو کمزور کر کے ان کے اتحاد کے لئے انتہائی مضرت رساں ثابت ہو سکتا تھا۔ چنانچہ آپ نے بدظنی سے بچنے اور ہمیشہ حسن ظن سے کام لیتے ہوئے کامل اطاعت اور فرمانبرداری کا نمونہ پیش کرنے کی اہمیت پر علی الخصوص بہت زور دیا۔ آپ نے قرآنی تعلیم کے عین مطابق بدظنی کو تمام خرابیوں کی جڑ اور فساد کی بنیاد قرار دیتے ہوئے اس کی مضرتوں کو کھول کھول کر بیان فرمایا اور اس سے ہر طور دامن بچاتے ہوئے ہمیشہ پوری یکجہتی کے ساتھ سرگرم عمل رہنے کی اس شدومد کے ساتھ تلقین فرمائی کہ آپ کے اصحاب کے لئے راہِ سداد پر گامزن رہتے ہوئے اپنے فرائض کو نہایت خوش اسلوبی سے ادا کرنا چنداں مشکل نہ رہا۔ آپ کی یہ تحریرات جن میں آپ نے بدظنی سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے اس درجہ اثر و جذب میں ڈوبی ہوئی ہیں کہ ان کے پڑھنے اور انہیں دل میں جگہ دینے سے ہر قسم کی کثافتیں اور زنگ دُھل جاتے ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ روح ایک نئی بالیدگی سے ہمکنار ہو رہی ہے اور ایمان کو ایک نئی تازگی اور عزائم کو ایک نئی پختگی مل رہی ہے۔ ذیل میں ہم آپ کی ان پُر معارف تحریرات میں سے بعض ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔ آپ نے بدظنی کو تمام خرابیوں کی جڑ اور سرچشمۂ فساد قرار دیتے ہوئے فرمایا:۔

(۱) "یہ خوب یاد رکھو کہ ساری خرابیاں اور برائیاں بدظنی سے پیدا ہوتی ہیں۔ اسی لئے

اللہ تعالیٰ نے اس سے بہت منع فرمایا ہے اور پھر فرمایا اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ۔۔۔۔ ۔۔۔۔ مَیں سچ کہتا ہوں کہ بدظنی بہت ہی بُری بلا ہے جو انسان کے ایمان کو تباہ کر دیتی ہے اور صدق اور راستی سے دُور پھینک دیتی ہے اور دوستوں کو دشمن بنا دیتی ہے۔ صدیقوں کے کمال حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان بدظنی سے بہت ہی بچے اور اگر کسی کی نسبت کوئی سُوءِ ظن پیدا ہو تو کثرت کے ساتھ استغفار کرے اور خدا تعالیٰ سے دعائیں کرے تاکہ معصیت اور اُس کے بُرے نتیجہ سے بچ جاوے جو اُس بدظنی کے پیچھے آنے والا ہے۔ اس کو کبھی معمولی چیز نہیں سمجھنا چاہیئے۔ یہ بہت ہی خطرناک بیماری ہے جس سے انسان بہت جلد ہلاک ہو جاتا ہے۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۳۷۱، ۳۷۲)

(۲) "فساد اِس سے شروع ہوتا ہے کہ انسان ظنونِ فاسدہ اور شکوک سے کام لینا شروع کرے۔ اگر نیک ظن کرے تو (دین کی راہ میں) کچھ دینے کی توفیق بھی مل جاتی ہے۔ جب پہلی ہی منزل پر خطا کی تو پھر منزلِ مقصود پر پہنچنا مشکل ہے۔ بدظنی بہت بُری چیز ہے انسان کو بہت سی نیکیوں سے محروم کر دیتی ہے اور پھر چڑھتے چڑھتے یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ انسان خدا پر بدظنی شروع کر دیتا ہے۔" (الحکم ۔ ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۱ء)

اِن اقتباسات سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بدظنی کو نہایت خطرناک بیماری قرار دیا ہے ایسی خطرناک کہ جس سے انسان بہت جلد ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس کا علاج آپ نے یہ بتایا ہے کہ جونہی انسان کے دل میں کسی امر کے متعلق شکوک و شبہات پیدا ہوں اسے چاہیئے کہ وہ کثرت سے استغفار کرے اور دعاؤں میں مصروف ہو جائے کہ خدا خود ان شکوک و شبہات کو دُور فرمائے اور اِس طرح اُسے اُس معصیت اور بُرے انجام سے بچا لے جس کا بدظنی کے نتیجہ میں رونما ہونا ناگزیر ہے۔

پھر آپ نے بدظنی کی عام مضرتوں سے ہی خبردار نہیں فرمایا بلکہ سورہ فتح کی آیت نمبر ۷ کے مطابق یہ امر بھی باور کرایا کہ بدظنی انجام کار انسان کو جہنم کے عذاب کا مستحق بنا دیتی ہے حتیٰ کہ اکثر حصہ دوزخ کا اُنہی لوگوں سے پُر ہوگا جو ظنونِ فاسدہ کا شکار ہونے کے باعث نہ صرف خود گمراہ ہوئے بلکہ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی گمراہی میں مبتلا کرنے کا موجب بنے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:۔

(۳) "بدظنی ایک ایسا امر ہے اور ایسی بُری بلا ہے جو انسان کو اندھا کر کے ہلاکت کے ایک تاریک کنوئیں میں گرا دیتی ہے۔ اِسی بدظنی کے باعث جہنم کا بہت بڑا حصہ اگر کہوں کہ سارا حصہ بھر جائے گا تو مبالغہ نہیں۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ماموروں سے بدظنی کرتے ہیں

وہ خدا تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے فضل کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔"

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء)

(۴) "خوب یاد رکھو کہ بدظنی کا انجام جہنم ہے۔ اس کو معمولی مرض نہ سمجھو۔ بدظنی سے ناامیدی اور ناامیدی سے جرائم اور جرائم سے جہنم ملتا ہے۔ بدظنی صدق کی جڑ کاٹنے والی چیز ہے۔ اس لئے تم اس سے بچو اور صدیق کے کمالات حاصل کرنے کے لئے دعائیں کرو۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۲۷۲)

اسی طرح ایک اور انتہائی خطرناک قسم کی بدظنی اور اس کی مضرت کی طرف بھی آپ نے خصوصیت سے توجہ دلائی اور اسے آپ نے قوموں کی تباہی کا موجب ٹھہرایا۔ وہ انتہائی خطرناک قسم کی بدظنی یہ ہے کہ انسان دوسرے کے باطن کے متعلق تصرف سے کام لے کر اس پر معصیت کی تہمت لگائے۔ جیسا کہ ہم سطور بالا میں واضح کر چکے ہیں اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور میں اس سے بہت سختی سے منع فرمایا ہے اور مومنوں کو ہمیشہ ہمیش کے لئے تاکید فرمائی ہے کہ وہ اس انتہائی خطرناک بدظنی کو اپنے قریب بھی پھٹکنے نہ دیں اور اس کے ارتکاب سے اس طرح دُور بھاگیں جس طرح انسان کسی اژدہا یا کسی خونخوار درندہ سے بھاگتا ہے۔ اس انتہائی خطرناک بدظنی کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

(۵) "دوسرے کے باطن میں ہم تصرف نہیں کر سکتے اور اس طرح کا تصرف کرنا گناہ ہے۔ انسان ایک آدمی کو بدخیال کرتا ہے اور پھر آپ اس سے بدتر ہو جاتا ہے۔ کتابوں میں میں نے ایک قصہ پڑھا ہے کہ ایک بزرگ اہل اللہ تھے انہوں نے ایک دفعہ عہد کیا کہ میں اپنے آپ کو کسی سے اچھا نہ سمجھوں گا۔ ایک دفعہ ایک دریا کے کنارے پہنچے دیکھا کہ ایک شخص ایک جوان عورت کے ساتھ کنارہ پر بیٹھا روٹیاں کھا رہا ہے اور ایک بوتل پاس ہے اس میں سے گلاس بھر بھر کر پی رہا ہے۔ اُن کو دُور سے دیکھ کر اُس بزرگ نے کہا کہ میں نے عہد تو کیا ہے کہ اپنے آپکو کسی سے اچھا نہ خیال کروں مگر ان دونوں سے تو میں اچھا ہی ہوں۔ اتنے میں زور سے ہوا چلی اور دریا میں طوفان آیا۔ ایک کشتی آ رہی تھی وہ غرق ہو گئی۔ وہ مرد جو کہ عورت کے ساتھ روٹی کھا رہا تھا اُٹھا اور غوطہ لگا کر چھ آدمیوں کو نکال لایا اور اُن کی جان بچ گئی۔ پھر اُس نے اُس بزرگ کو مخاطب کر کے کہا کہ تم اپنے آپکو مجھ سے اچھا خیال کرتے ہو۔ میں نے تو چھ کی جان بچائی ہے اب ایک باقی ہے اسے تم نکالو۔ یہ سُن کر وہ بہت حیران ہوا اور اُس سے پوچھا تم نے یہ میرا ضمیر کیسے پڑھ لیا اور یہ کیا

معاملہ ہے؟ تب اُس جوان نے بتلایا کہ اِس بوتل میں اِسی دریا کا پانی ہے شراب نہیں ہے اور یہ عورت میری ماں ہے اور مَیں ایک ہی اِس کی اولاد ہوں۔ قویٰ اس کے بڑے مضبوط ہیں اس لئے جوان نظر آتی ہے۔ خدا نے مجھے مامور کیا تھا کہ اسی طرح کروں تاکہ تجھے سبق حاصل ہو۔

خضر کا قصہ اسی بناء پر معلوم ہوتا ہے۔ سُوءِ ظن جلدی سے کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ تصرّف فی العباد ایک نازک امر ہے۔ اِس نے بہت سی قوموں کو تباہ کر دیا کہ انہوں نے انبیاء اور ان کے اہلِ بیت پر بدظنّیاں کیں۔"

(البدر ۱۲؍ دسمبر ۱۹۰۲ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بدظنی اور اس کی ہلاکت آفرینیوں سے بچنے کے سلسلہ میں استغفار اور دعاؤں سے کام لینے کے ساتھ ساتھ یہ بھی لازمی قرار دیا کہ افرادِ جماعت مامور من اللہ (اس کے خلفاء اور اُن کے قائم کردہ نظام) کے فیصلوں اور حکموں پر دلی یقین اور انشراحِ صدر کے ساتھ لبّیک کہتے چلے جائیں اور اُن سے سرتابی کا خیال بھی کبھی دل میں نہ آنے دیں۔ اِس تعلق میں آپ نے احبابِ جماعت کو نہایت زوردار الفاظ میں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:۔

(۶) "جو شخص ایمان لاتا ہے اسے اپنے ایمان سے یقین اور عرفان تک ترقی کرنی چاہیئے نہ یہ کہ وہ پھر ظن میں گرفتار ہو۔ یاد رکھو ظن مفید نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا۔ یقین ہی ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو بامراد کر سکتی ہے۔ یقین کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ اگر انسان ہر بات پر بدظنی کرنے لگے تو شاید ایک دم بھی دنیا میں نہ گزار سکے۔ وہ پانی نہ پی سکے کہ شاید اس میں زہر ملا دیا ہو، بازار کی چیزیں نہ کھا سکے کہ ان میں ہلاک کرنے والی کوئی شے ہو، پھر کس طرح وہ رہ سکتا ہے۔ یہ ایک موٹی مثال ہے۔ اِسی طرح پر انسان روحانی امور میں اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اب تم خود یہ سوچ لو اور اپنے دلوں میں فیصلہ کر لو کہ کیا تم نے میرے ہاتھ پر جو بیعت کی ہے اور مجھے مسیح موعود، حَکَم عدل مانا ہے تو اس ماننے کے بعد میرے کسی فیصلے یا فعل پر اگر دل میں کوئی کدورت یا رنج آتا ہے تو اپنے ایمان کا فکر کرو۔ وہ ایمان جو خدشات اور توہمات سے بھرا ہوا ہے کوئی نیک نتیجہ پیدا کرنے والا نہیں ہوگا۔ لیکن اگر تم نے سچے دل سے تسلیم کر لیا ہے کہ مسیح موعود واقعی حَکَم ہے تو پھر اس کے حکم اور فعل کے سامنے اپنے

ہتھیار ڈال دو اور اس کے فیصلوں کو عزّت کی نگاہ سے دیکھو۔" (الحکم ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء)

قرآن مجید کی آیات اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کی روشنی میں یہ امر کسی مزید وضاحت کا محتاج نہیں رہتا کہ ظنونِ فاسدہ ایک نہایت مہلک بیماری کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی بدولت ایک طرف انسان کی روحانیت تباہ ہو جاتی ہے اور دوسری طرف اُن کی وجہ سے جماعتی اتحاد کو بھی شدید نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ یہ بیماری ہی تمام بُرائیوں، خرابیوں اور معصیتوں کی جڑ اور سرچشمہ فساد ہے۔ اس سے بچنے اور محفوظ رہنے کا طریق یہ ہے کہ جونہی اس بیماری کے آثار (خواہ وہ کتنے ہی خفیف کیوں نہ ہوں) ظاہر ہونے لگیں انسان استغفار اور دعاؤں میں لگ جائے اور امامِ وقت جس کے ہاتھ پر اُس نے بیعت کی ہوئی ہے اور اس کے قائم کردہ نظام کے تمام فیصلوں اور حکموں پر دلی یقین اور پورے انشراح کے ساتھ عمل پیرا ہو کر خدمتِ اسلام اور خدمتِ سلسلہ بجا لانے میں ہمہ تن مصروف رہے۔ شیطانی وساوس سے بچتے ہوئے جماعتی اتحاد کی عظیم الشان برکتوں اور خدائی نصرتوں سے فیضیاب ہونے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سرخرو اور فائز المرام ہونے کا یہی وہ طریق ہے جس کی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے تاکید فرمائی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جسے اس زمانہ میں بڑی وضاحت اور شدومد کے ساتھ پیش فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم میں سے ہر شخص کو نسلاً بعد نسلٍ ظنونِ فاسدہ اور شیطانی وساوس سے بہر طور محفوظ رکھتے ہوئے ایمان سے یقین اور عرفان تک ترقی کرنے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔ اور ہم ہمیشہ ہی راہِ سداد پر گامزن رہتے ہوئے اطاعت و فرمانبرداری کا ایسا اعلیٰ نمونہ دکھاتے چلے جائیں کہ شیطان ہمیشہ ہمیش کے لئے مایوس ہو جائے۔ اور ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے دلی بشاشت اور انشراح کے ساتھ غلبۂ اسلام کے لئے قربانیاں پیش کرنے میں مداومتِ عمل کی ایک ایسی مثال قائم کر دکھانے والے ثابت ہوں کہ جو آنے والی نسلوں کے لئے مشعلِ راہ کا کام دے اور ہمیں بھی اور اُن کو بھی حقیقی فوز و فلاح سے ہمکنار کرنے کا موجب ثابت ہو۔ اٰمین اللّٰھم اٰمین ٭

کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السّلام

سچّے مسلمان کی تعریف اور بہشت کی حقیقی راہ!

وہ جزا سزا کے خوف اور امید سے بالا ہو کر فطرت کے طبعی خاصہ کے رنگ میں خدا تعالیٰ سے محبّت کرتا اور اُس کی اطاعت کو لازم پکڑتا ہے

خدا کی ایسی محبّت اور اطاعت بجائے خود اُس کے لئے ایک بہشت پیدا کر دیتی ہے

یہ تو ظاہر ہے کہ بہشت کا وارث بننے کے لئے سچّا اور حقیقی مسلمان بننا ضروری ہے لیکن یہ کہ وہ سچّا اسلام جو انسان پر بہشت کی حقیقی راہ کھولتا ہے کیا ہے؟ —— یہ ایک ایسا اہم سوال ہے جس کے صحیح اور اصل جواب کیسا تھ انسان کی نجات وابستہ ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصّلوٰۃ والسلام لوگوں کو سچّا مسلمان بنانے اور انہیں بہشت کی حقیقی راہ پر گامزن کرنے ہی تشریف لائے تھے۔ حضورؑ نے اس سوال کا ایسا بصیرت افروز جواب دیا ہے کہ جسے پڑھ کر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ حضور علیہ السّلام کا یہ پُر معارف جواب ذیل میں ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے۔　　(ادارہ)

حضور علیہ السّلام فرماتے ہیں:۔

"حقیقی مسلمان اللہ تعالیٰ سے پیار کرتا ہے یہ کہہ کر اور مان کر کہ وہ میرا محبوب و مولا پیدا کرنے والا اور محسن ہے اس لئے اُس کے آستانہ پر سر رکھ دیتا ہے۔ سچّے مسلمان کو اگر کہا جائے کہ اِن اعمال کی پاداش میں کچھ بھی نہیں ملے گا اور نہ بہشت ہے اور نہ دوزخ ہے اور نہ آرام ہیں اور نہ لذّات ہیں تو وہ اپنے اعمال صالحہ اور محبّت الٰہی کو ہرگز ہرگز چھوڑ نہیں سکتا۔ کیونکہ اس کی عبادات اور خدا تعالیٰ سے تعلق اور اس کی فرمانبرداری اور اطاعت میں فنا کسی پاداش یا اجر کی بنا اور امید پر نہیں ہے بلکہ وہ اپنے وجود کو ایسی چیز سمجھتا ہے کہ وہ حقیقت میں خدا تعالیٰ ہی کی شناخت، اس کی محبّت اور اطاعت کے لئے بنائی گئی ہے اور کوئی غرض اور مقصد اُس کا ہے ہی نہیں۔ اسی لئے وہ اپنی خدا داد قوتوں کو جب ان اغراض اور مقاصد میں صرف کرتا ہے تو اس کو اپنے محبوبِ حقیقی ہی کا چہرہ نظر آتا ہے۔ بہشت و دوزخ پر اس کی اصلاً نظر نہیں ہوتی۔ میں کہتا ہوں کہ اگر مجھے اس امر کا یقین دلا دیا جائے کہ خدا تعالیٰ سے محبّت کرنے اور اس کی اطاعت میں سخت سے سخت سزا

دی جائے گی تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میری فطرت ایسی واقعہ ہوئی ہے کہ وہ ان تکلیفوں اور بلاؤں کو ایک لذت اور محبت کے جوش اور شوق کے ساتھ برداشت کرنے کو تیار ہے اور وہ باوجود ایسے یقین کے جو عذاب اور دُکھ کی صورت میں دلایا جائے کبھی خدا کی اطاعت اور فرمانبرداری سے ایک قدم باہر نکلنے کو ہزار بلکہ لا انتہا موت سے بڑھ کر دکھوں اور مصائب کا مجموعہ قرار دیتی ہے جیسے کوئی بادشاہ عام اعلان کرائے کہ اگر کوئی ماں اپنے بچّے کو دُودھ نہ دے گی تو بادشاہ اس سے خوش ہو کر انعام دے گا تو ایک ماں کبھی گوارا نہیں کر سکتی کہ وہ اس انعام کی خواہش اور لالچ میں بچّے کو ہلاک کرے۔ اِسی طرح ایک سچّا مسلمان خدا کے حکم سے باہر ہونا اپنے لئے ہلاکت کا موجب سمجھتا ہے خواہ اس کو اس نافرمانی میں کتنی ہی آسائش اور آرام کا وعدہ دیا جائے۔

پس حقیقی مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اِس قسم کی فطرت حاصل کی جائے کہ خدا تعالیٰ کی محبت اور اطاعت کسی جزا اور سزا کے خوف اور امید کی بنا پر نہ ہو بلکہ فطرت کا طبعی خاصہ اور جزو ہو کر ہو۔ پھر وہ محبت بجائے خود اس کے لئے ایک بہشت پیدا کر دیتی ہے اور حقیقی بہشت یہی ہے۔ کوئی آدمی بہشت میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ اِس راہ کو اختیار نہیں کرتا ہے۔ اس لئے مَیں تم کو جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو اِسی راہ سے داخل ہونے کی تعلیم دیتا ہوں کیونکہ بہشت کی حقیقی راہ یہی ہے۔

خدا تعالیٰ نے جو اتمامِ نعمت کی ہے وہ یہی دین ہے جس کا نام اسلام رکھا ہے۔ پھر نعمت میں جُمعہ کا دن بھی ہے جس روز اتمامِ نعمت ہُوا۔ یہ اِس کی طرف اشارہ تھا کہ پھر اتمامِ نعمت جو لیظھرہٗ علی الدّین کلّہٖ کی صورت میں ہوگا وہ بھی ایک عظیم الشان جمعہ ہوگا۔ وہ جمعہ اب آگیا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے وہ جمعہ مسیح موعود کے ساتھ مخصوص رکھا ہے۔ اس لئے کہ اتمامِ نعمت کی صورتیں دراصل دو ہیں۔

اوّل تکمیلِ ہدایت۔ دوم تکمیلِ اشاعتِ ہدایت۔

اب تم غور کر کے دیکھو تکمیلِ ہدایت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کامل طور پر ہو چکی لیکن اللہ تعالیٰ نے مقدر کیا تھا کہ تکمیلِ اشاعتِ ہدایت کا زمانہ دوسرا زمانہ ہو جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بروزی رنگ میں ظہور فرماویں۔ اور وہ زمانہ مسیح موعود اور مہدی کا زمانہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لیظھرہٗ علی الدّین کلّہٖ اُنکی شان میں فرمایا گیا ہے۔ تمام مفسرین نے بالاتفاق اِس امر کو تسلیم کر لیا ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے زمانہ سے متعلق ہے۔ درحقیقت اظہارِ دین اُسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ کُل مذاہب میدان میں نکل آویں اور اشاعتِ مذہب کے ہر قسم کے مفید ذریعے پیدا ہو جائیں اور وہ زمانہ خدا کے فضل سے آگیا ہے۔ چنانچہ اِس وقت پریس کی طاقت سے کتابوں کی اشاعت اور طبع میں جو جو سہولتیں میسّر آئی ہیں وہ سب کو معلوم ہیں یا ڈاکخانوں کے ذریعہ سے کُل دنیا میں تبلیغ ہو سکتی ہے۔ اخباروں کے ذریعہ سے تمام دنیا کے حالات پر اطلاع ملتی ہے۔

ریلوں کے ذریعہ سفر آسان کر دیئے گئے ہیں۔ غرض جس قدر آئے دن نئی ایجادیں ہوتی جاتی ہیں اُسی قدر عظمت کے ساتھ مسیح موعود کے زمانہ کی تصدیق ہوتی جاتی ہے اور اظہارِ دین کی صورتیں نکلتی آتی ہیں۔ اس لئے یہ وقت وہی وقت ہے جس کی پیشگوئی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ "لیظھرہٗ علی الدّین کلّہٖ" کہہ کر فرمائی تھی یہ وہی زمانہ ہے جو اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ کی شان کو بلند کرنے والا اور تکمیلِ اشاعتِ ہدایت کی صورت میں دوبارہ اتمامِ نعمت کا زمانہ ہے۔ اور پھر یہ وہی وقت اور جمعہ ہے جس میں وَ اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ کی پیشگوئی پوری ہوتی ہے۔ اِس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور بروزی رنگ میں ہوا ہے اور ایک جماعت صحابہ کی پھر قائم ہوئی ہے۔ اتمامِ نعمت کا وقت آ پہنچا ہے لیکن تھوڑے ہیں جو اِس سے آگاہ ہیں اور بہت ہیں جو ہنسی کرتے اور ٹھٹھوں میں اڑاتے ہیں۔ مگر وہ وقت قریب ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق تجلّی فرمائے گا اور اپنے زور آور حملوں سے دکھا دیگا کہ اُس کا نذیر سچّا ہے۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۸۳، ۱۸۴)

تضرّع کا طریق اختیار کرو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"تضرّع کا طریق اختیار کرو۔ یہ دن عیش میں گزارو یا خدا کی راہ میں تکلیف اُٹھا کر آخر کار بخداوند۔ پس ہر وقت دُعا کرتے رہنا چاہیئے تا دنیا کی آفات سے بچے رہو، ایمان سلامت رہے اور رضوانِ الٰہی حاصل ہو۔"

(البلاغ المبین صفحہ ۱۶)

عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ کا اعجاز

وَكَمْ آيَةٍ لَكَ فِي عِبَادٍ حَمِدْتَهُمْ   وَلَا سِيَّمَا عَبْدٌ تُسَمِّيهِ أَحْمَدَا

(اے خدا) جن بندوں کی تُو نے تعریف کی ان میں تیرے نشان ہیں۔ خاص کر اُس بندہ میں جس کا تُو نے احمد نام رکھا ہے۔

وَكَانَ الْحِجَازُ وَمَا سِوَاهُ كَمَيِّتٍ   شَفِيعُ الْوَرَىٰ أَحْيَا وَأَدْنَى الْمُبَعَّدَا

حجاز اور دوسرے ملک مُردہ کی طرح تھے۔ مخلوق کے شافع (محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) نے انکو زندہ کر دیا اور جو چیز بعید تھی اُسکو نزدیک کر دکھایا

فَلَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ كَافِرٌ إِلَّا الَّذِي   أَصَرَّ بِشِقْوَتِهِ عَلَىٰ مَا تَعَوَّدَا

ان میں سے کوئی بھی کافر نہ رہا سوائے ایسے شخص کے جو اپنی بدبختی سے اپنی پُرانی عادت پر مُصر رہا۔

شَرِيعَتُهُ الْغَرَّاءُ مَوْرٌ مُعَبَّدٌ   غَيُورٌ فَأَحْرَقَ كُلَّ دَيْرٍ وَجَلْسَدَا

آپ کی روشن شریعت ایسا طریق ہے جس پر کثرت سے لوگ چل رہے ہیں۔ آپ کی لائی ہوئی کتاب ایسی غیرت والی ہے جو ہر مندر اور معبد کو جلا دیتی ہے

وَأَتَىٰ بِصُحُفِ اللّٰهِ لَا شَكَّ أَنَّهَا   كِتَابٌ كَرِيمٌ يَرْفُدُ الْمُسْتَرْفِدَا

محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کا ایسا کلام لائے ہیں جو یقیناً ایسی معزز کتاب ہے جو ہر حاجتمند کی حاجت روائی کرتی ہے۔

فَمَنْ جَاءَهُ ذُلًّا لِتَعْظِيمِ شَانِهِ   فَيُعْطَىٰ لَهُ فِي حَضْرَةِ الْقُدْسِ سُؤْدَدَا

اُس کی عظمت کو دیکھ کر جو شخص نیازمندی سے آئے خدا تعالےٰ کی طرف سے اُس کو سرداری دی جاتی ہے۔

فَيَا طَالِبَ الْعِرْفَانِ خُذْ ذَيْلَ شَرْعِهِ   وَدَعْ كُلَّ مَتْبُوعٍ بِهٰذَا الْمُقْتَدَىٰ

اے معرفت کے طالب! آپ کی شرع کا دامن پکڑ اور ایسے باکمال پیشوا کے ہوتے ہوئے دوسرے پیشواؤں سے مُنہ موڑ لے۔

وَقَدِ اصْطَفَيْتُ بِمُهْجَتِي ذِكْرَ حَمْدِهِ   وَكَافٍ لَنَا هٰذَا الْمَتَاعُ تَزَوُّدَا

میرے دل نے اس کی تعریفوں کے ذکر کو پسند کر لیا ہے   اور یہ سامان زادِ راہ کے طور پر ہمیں کافی ہے۔

(دُرِّ ثمین عربی)

فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

میرا دعویٰ خدا کے حکم سے ہے

او چو بر کس مہربانی مے کند
از زمینی آسمانی مے کند

وہ خدا جب کسی پر مہربانی کرتا ہے
تو اُسے زمینی سے آسمانی بنا دیتا ہے

عزّتش بخشد ز فضل و لطف و جُود
مہر و مہ را پیشش آرد در سجُود

اپنے فضل اور لطف و کرم سے اسے عزّت بخشتا ہے
سورج اور چاند کو اُس کے سامنے سجدہ میں گراتا ہے

من نہ از خود اِدّعائے کردہ ام
امرِ حق شد اقتدائے کردہ ام

مَیں نے اپنے پاس سے دعوےٰ نہیں کیا
بلکہ خدا کے حکم کی پیروی کی ہے۔

کارِ حق است ایں نہ از مکرِ بشر
دشمنِ ایں دشمنِ آں دادگر

یہ خدا کا کام ہے نہ کہ انسان کا مکر
اِس کا دشمن اُس فریاد کو سُننے والے خدا کا دشمن ہے

آں خدا کیں عاجزے را چیدہ است
رحمتش در کوُئے ما باریدہ است

وہ خدا جس نے اس عاجز کو منتخب کیا ہے
اُس کی رحمت ہماری گلی میں برسی ہے۔

مردم و جاناں پس از مردن رسید
گم شدم آخر رُخے آمد پدید

جب مَیں اُس کی راہ میں مر گیا تو مرنے کے بعد میرا معشوق آگیا
جب مَیں اسکی راہ میں فنا ہوگیا تو اس کا چہرہ مجھ پر ظاہر ہوگیا

من ندارم مایۂ کردار ہا
عشق جوشید و ازو شد کارہا

میرے پاس اعمال کا ذخیرہ نہیں بلکہ عشق کا جوش تھا جس سے یہ سب کام ہوگئے۔

بہرِ من شد نیستی طوُرِ خدا
چوں خودی رفت آمد آں نورِ خدا

میرے لئے نیستی ہی خدا کا طُور بن گئی
جب خودی جاتی رہی تو خدا کا نُور آگیا۔

(سراج منیر)

جماعت احمدیہ کا مابہ الامتیاز

(رقم فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ)

احمدی بھی نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ سے متعلق اسلام کے اُنہی احکام پر عمل کرتے ہیں جن پر بظاہر بعض دوسرے مسلمان بھی عمل پیرا ہیں۔ بایں ہمہ بلحاظ نتائج دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جہاں بالعموم مسلمانوں پر جمود کی حالت طاری ہے وہاں جماعت احمدیہ کے افراد قربانی و ایثار کا عظیم الشان مظاہرہ کرتے ہوئے اسلام کی خدمت میں ہمہ تن معروف ہیں۔ ایک طرف یکسر بے حسی و بے عملی ہے اور دوسری طرف انتھک جدّ وجہد اور بے پناہ قوتِ عمل۔ یکساں اسلامی احکام پر عمل پیرا ہونے کے باوجود بلحاظ نتائج اتنا زبردست تفاوت کیوں ہے؟ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس کا بہت ہی بصیرت افروز جواب دے کر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے ذریعہ رونما ہونے والی اصلاح کی گہرائی اور اس بناء پر جماعتِ احمدیہ کے مابہ الامتیاز کو بڑی عمدگی سے واضح فرمایا ہے۔ اس تعلق میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے نہایت بیش قیمت رشحاتِ قلم کا ایک حصہ ذیل میں ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے۔　　　(ادارہ)

"بعض لوگوں نے غلطی سے یہ سمجھا کہ آپ کی (یعنی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی) تحریک بھی ویسی ہی ہے جیسے آج کل کے صوفیاء وغیرہ کی تحریک ہوتی ہے کہ وہ ظاہری طور پر نماز روزہ پر زور دیتے ہیں اور اچھے بھلے آدمیوں کو خلوت میں بٹھا کر پردہ نشین عورتوں کی طرح بنا دیتے ہیں، اگر آپ ایسا کرتے تو یقیناً آپ بھی مغز کے نام سے ایک قشر کے حصول کی تحریک کرتے مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔ آپ نے جہاں دینی احکام پر زور دیا وہاں اس بات پر بھی زور دیا کہ دین اللہ کی طرف سے اس لئے آیا کرتا ہے کہ وہ انسان کے ذہن کو جِلا بخشے اور اُس کے دماغ کو منوّر کرے اور اُس کی عقل کو تیز کرے۔ آپ نے کہا جو شخص سچے طور پر دین پر عمل کرتا ہے اور بناوٹ سے کام نہیں لیتا دین اس کے اندر اخلاقِ فاضلہ پیدا کرتا ہے، دین اسکے اندر

قوتِ عملیہ پیدا کرتا ہے، اور دین کے لئے اُس کے اندر ایثار اور قربانی کا مادہ پیدا کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم دین کو اختیار کرو، تم نمازیں پڑھو، تم روزے رکھو، حج کرو، زکوٰۃ دو، لیکن وہ نمازیں پڑھو جو قرآن نے بتائی ہیں، اور وہ روزے رکھو جو قرآن نے بتائے ہیں، اور وہ حج کرو جو قرآن نے بتایا ہے، اور وہ زکوٰۃ دو جو قرآن نے بتائی ہے۔ قرآن کریم تم سے اُٹھک بیٹھک کا مطالبہ نہیں کرتا، نہ وہ تم سے بھوکے رہنے کا مطالبہ کرتا ہے، نہ اپنا ملک بے فائدہ چھوڑنے کا مطالبہ کرتا ہے، نہ اپنا مال گنوانے کا مطالبہ کرتا ہے۔ قرآن کریم تو نماز کے متعلق یہ فرماتا ہے کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ نماز تم سے فحشاء اور منکر کو ترک کروا دیتی ہے۔ پس اگر وہ نتیجہ نہیں نکلتا جو نماز کا قرآن کریم نے بتایا ہے تو تمہاری نماز نماز نہیں۔ اور روزے کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے کہ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ روزہ اس لئے مقرر کیا گیا ہے تا تمہارے اندر تقویٰ اور اخلاقِ فاضلہ پیدا ہوں۔ پس اگر تم روزے رکھتے ہو اور یہ نتیجہ پیدا نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ تمہاری نیت درست نہیں اور تم روزہ نہیں رکھتے بلکہ تم اپنے آپ کو بھوکا رکھتے ہو، اور خدا تعالیٰ کو تمہارا بھوکا رکھنا تو مطلوب نہیں۔ اور حج کے لئے فرماتا ہے کہ یہ بغاوت کے خیالات کو روکنے اور باہمی جھگڑوں کو دُور کرنے کا ذریعہ ہے۔ پس حج رفث اور فسوق اور جدال کو روکنے کے لئے ہے۔ اور زکوٰۃ کے لئے فرماتا ہے خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا زکوٰۃ تزکیۂ فرد و قوم اور تطہیرِ قلب و افکار کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ پس جب تک یہ نتائج پیدا نہ ہوں تمہارا حج اور تمہاری زکوٰۃ صرف دکھاوے کے ہیں۔ پس تم نماز پڑھو، روزہ رکھو، حج کرو، زکوٰۃ دو، مگر تمہاری نماز اور روزے اور حج کو میں تب تسلیم کروں گا جب ان کا نتیجہ نکلے اور تم فحشاء و منکر سے بچو اور تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو اور رفث اور فسوق اور جدال سے کلی طور پر دُور ہو جاؤ اور تزکیۂ فرد و قوم اور تطہیر قلب و افکار تم کو حاصل ہو۔ لیکن جس شخص کے اندر یہ نتیجہ پیدا نہیں ہوگا میں اسے اپنی جماعت میں نہیں سمجھوں گا کیونکہ اس نے قشر کو اختیار کیا مغز کو اختیار نہیں کیا جو خدا تعالیٰ کا مقصود تھا۔ اسی طرح تمام باقی عبادات کے متعلق آپ نے مغز پر زور دیا اور فرمایا کہ اسلام کا کوئی حکم ایسا نہیں جو حکمت کے بغیر ہو۔ خدا تعالیٰ آنکھوں کو نظر نہیں آتا، خدا تعالیٰ دل کو نظر آتا ہے، خدا تعالیٰ کو ہاتھوں سے نہیں چھوا جاتا، خدا تعالیٰ کو محبت سے چھوا جاتا ہے۔ پس مذہب کی غرض یہ نہیں کہ وہ صرف آنکھ اور ہاتھ پر حکومت کرے بلکہ جب کبھی وہ آنکھ اور ہاتھ پر حکومت کرتا ہے تو وہ دل اور جذبات کو صاف کرنے کے لئے حکومت کرتا ہے تاکہ وہ قوتیں انسان کے اندر پیدا ہوں کہ جن سے وہ خدا تعالیٰ

کو دیکھ سکے اور جن سے وہ خدا تعالےٰ کو چھو سکے، اور وہ قوتیں پیدا ہوں کہ جن سے وہ خدا تعالیٰ کی آواز کو سن سکے۔ غرض ان باتوں پر زور دے کر آپ نے ایک نیا رستہ اسلام کی ترقی کے لئے کھول دیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ گو ایک چھوٹی سی جماعت پیدا ہوئی مگر ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی جس نے دین کو دنیا پر مقدم کر لیا اور اسلام کی روحانی ترقی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی بادشاہت کے قیام کے لئے ہر قسم کی قربانی شروع کر دی۔

آپ لوگ سوچیں تو سہی کہ کہاں احمدیوں کی ایک چھوٹی سی جماعت اور کہاں عام مسلمانوں کا عظیم الشان گروہ۔ لیکن اسلام کی اشاعت اور اس کی ترقی کے لئے جو کچھ احمدیہ جماعت کر رہی ہے کیا باقی مسلمان جو ان سے ہزاروں گنا زیادہ ہیں ان سے نصف یا چوتھا حصہ بھی کر رہے ہیں؟ آخر یہ تبدیلی کیوں ہوئی؟۔ اسی لئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے احمدیوں پر زور دیا تھا کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم کریں۔ یہ حقیقت احمدیوں پر کھل گئی تو ان کے اعمال ایک نئے قسم کے اعمال ہو گئے۔ ایک سچے احمدی کی نماز وہ نماز نہیں جیسی ایک عام مسلمان نماز پڑھتا ہے۔ شکل وہی ہے، کلمات وہی ہیں، لیکن مغز اور ہے۔ احمدی نماز کو نماز کی خاطر پڑھتا ہے اور خدا تعالےٰ کے ساتھ تعلق بڑھانے کے لئے پڑھتا ہے۔ شاید کوئی کہے کہ کیا باقی لوگ خدا تعالےٰ کے ساتھ اپنا تعلق بڑھانے کے لئے نماز نہیں پڑھتے؟ میرا جواب یہ ہے کہ ہرگز نہیں۔ اگر آپ غور کریں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ اس وقت مسلمانوں میں بدقسمتی سے یہ خیال پیدا ہو چکا ہے کہ خدا تعالےٰ کے ساتھ براہِ راست تعلق پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ مسلمانوں کو عام طور پر یہ غلطی لگ رہی ہے کہ نہ خدا تعالےٰ آج بندوں سے بولتا ہے اور نہ بندے خدا تعالےٰ سے کوئی بات منوا سکتے ہیں۔ ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزرا کہ الہامِ الٰہی کے نزول سے مسلمان منکر ہو چکے ہیں۔ بے شک اس سے پہلے مسلمانوں میں وہ لوگ موجود تھے جو کلامِ الٰہی کے نازل ہوتے رہنے کے قائل تھے، قائل ہی نہیں وہ اس بات کے بھی مدعی تھے کہ خدا تعالےٰ ان سے باتیں کرتا ہے۔ لیکن ایک صدی سے مسلمانوں پر یہ آفت نازل ہوئی کہ وہ کلی طور پر کلامِ الٰہی کے جاری رہنے سے منکر ہو گئے بلکہ بعض علماء نے تو اس حقیقت کے اظہار کو کفر قرار دے دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آکر دنیا کے سامنے یہ دعویٰ پیش کیا کہ مجھ سے خدا تعالیٰ باتیں کرتا ہے اور مجھ سے ہی نہیں بلکہ جو شخص میری اتباع کرے گا اور میرے نقشِ قدم پر چلے گا اور میری تعلیم کو مانے گا اور میری ہدایت کو قبول کرے گا خدا تعالےٰ اس سے بھی باتیں کرے گا۔ آپ نے متواتر خدائی کلام کو دنیا کے سامنے پیش کیا اور اپنے ماننے والوں میں تحریک کی کہ تم بھی خدا تعالےٰ کے ان انعامات

کو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ آپ نے فرمایا مسلمان پانچ وقت خدا تعالےٰ سے یہ دعا مانگتا ہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ اے خدا تو ہمیں سیدھا راستہ دکھا اُن لوگوں کا راستہ جن پر تُو نے انعام نازل کئے تھے یعنی سابق انبیاء کرام۔ پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اُس کی یہ دعا ہمیشہ ہمیش کے لئے رائگاں جاتی اور خدا تعالےٰ مسلمانوں میں سے کسی کے لئے بھی وہ رستہ نہ کھولتا جو پہلے نبیوں کے لئے کھولا گیا تھا اور کسی شخص سے بھی اس طرح کلام نہ کرتا جس طرح پہلے نبیوں سے کلام کرتا تھا۔ اس طرح آپ نے اس جمود کو کلی طور پر دُور کر دیا جو مسلمانوں کے دلوں پر طاری تھا۔ مَیں نہیں کہتا کہ ہر احمدی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقصد کو پوری طرح سمجھ گیا وہ نماز کو اس طرح نہیں پڑھتا کہ گویا وہ ایک فرض ادا کر رہا ہے، وہ نماز کو اس طرح پڑھتا ہے کہ گویا وہ خدا تعالےٰ سے کچھ لینے گیا ہے، وہ خدا تعالےٰ سے ایک نیا تعلق پیدا کرنے کیلئے گیا ہے۔ اور اس ارادہ کے ساتھ جو شخص نماز پڑھے گا سمجھ میں آسکتا ہے کہ اس کی نماز اور دوسرے لوگوں کی نماز یکساں نہیں ہو سکتی۔"

(احمدیت کا پیغام)

پھلدار درخت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"میری جماعت سمجھ لے کہ وہ میرے پاس آئے ہیں اِسی لئے کہ تخم ریزی کی جاوے جس سے وہ پھلدار درخت ہو جاوے۔ پس ہر ایک اپنے اندر غور کرے کہ اُس کا اندرونہ کیسا ہے اور اُس کی باطنی حالت کیسی ہے۔ اگر ہماری جماعت بھی خدانخواستہ ایسی ہے کہ اُس کی زبان پر کچھ ہے اور دل میں کچھ ہے تو پھر خاتمہ بالخیر نہ ہوگا۔"

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء)

حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ کا انقلاب آفریں کارنامہ

تربیت کے ذریعہ نئی زمین اور نئے آسمان کی تعمیر!

(مکرّم محمد شفیع خان صاحب نجیب آبادی - کراچی)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے :-

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۙ وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝

وہی خدا ہے جس نے ایک اَن پڑھ قوم کی طرف انہی میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر بھیجا جو باوجود اَن پڑھ ہونے کے اُن کو خدا کے احکام سُناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے گو وہ اس سے پہلے بڑی بھول میں تھے اور ان کے سوا ایک دوسری قوم میں بھی وہ اس کو بھیجے گا جو ابھی تک ان سے ملی نہیں اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

اِن آیات کی تشریح اُس حدیث سے ہوتی ہے جس میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! یہ آخرین کون ہیں؟ تو آپ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ اَوْ رِجَالٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ (بخاری) یعنی اگر ایک وقت ایمان ثریا تک بھی اُڑ گیا تو اہلِ فارس کی نسل سے ایک یا ایک سے زیادہ لوگ اسے واپس لے آئیں گے۔ جملہ مفسرین و بزرگانِ سلف نے اِس آیت اور حدیث سے مسیح موعود کا آنا مراد لیا ہے۔

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ اولیٰ اور بعثتِ ثانیہ کی یہ غرض بتلائی ہے کہ ہمارا یہ رسول (۱) ان کو خدا کے احکام سُناتا ہے (۲) ان کو پاک کرتا ہے (۳) ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ یہ تینوں امور تربیت کے بنیادی مسئلے ہیں۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مبعوث ہو کر عرب کے وحشیوں کی ایسی کایا پلٹ دی کہ وہ حیوانوں سے انسان، اور انسانوں سے باخدا انسان اور باخدا انسانوں سے

خدا نما انسان بن گئے اور ۲۳ سال کے اندر اُن کو اتنا اقتدار اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا کہ قیصر و کسریٰ جیسے عظیم الشان بادشاہ بھی ان کا نام سُن کر کانپ جاتے تھے۔ اور خلافتِ راشدہ کے ۳۰ سالہ دور میں تو مسلمان تمام معلومہ دنیا پر فتح حاصل کر کے اسلام کا پرچم پوری شان و شوکت کے ساتھ لہرا چکے تھے۔

یہ سب ترقیات حاصل کرنے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ تربیت کارفرما تھی۔ آپ کی اعلیٰ تربیت کا ہی یہ اثر و کرشمہ تھا کہ صحابہ کرامؓ کی ایک ایسی پاکباز جماعت قائم ہوئی جن کے ذریعہ تمام دنیا نورِ اسلام سے منوّر ہو گئی۔" بات دراصل یہ ہے کہ مربّی کے قویٰ کا اثر ہوتا ہے۔ جس قدر مربّی قویّ التاثیر اور کامل ہوگا ویسی ہی اس کی تربیت کا اثر مستحکم و مضبوط ہوگا۔ یہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوّتِ قدسی کے کامل اور سب سے بڑھ کر ہونے کا ایک اور ثبوت ہے کہ آپ کے تربیت یافتہ گروہ میں وہ استقلال اور رسوخ تھا کہ وہ آپ کے لئے اپنی جان مال تک دینے سے دریغ نہ کرنے والے میدان میں ثابت ہوئے۔" (ملفوظات مسیح موعودؑ جلد دوم ص۱۸۹)

اس کے بعد تابعین کے نمونے کو دیکھ کر مسلمانوں کی تربیت ہوتی رہی۔ غرضیکہ تیسری صدی تک اسلام اپنے عروج اور شباب پر رہا۔ پھر جوں جوں زمانہ گزرتا گیا تربیت کرنے والے وجود کم ہوتے چلے گئے اور ایک ہزار سال کے بعد یہ حالت ہو گئی کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ گیا اور وہ پہلی سی شان و شوکت اور رعب و دبدبہ سب ختم ہو گیا۔ اپنے اور پرائے سب اسلام کی زبوں حالی کا مرثیہ پڑھنے لگے۔ چنانچہ حالی اپنی مسدّس "مدوجزر اسلام" میں فرماتے ہیں:-

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دعا ہے	اُمّت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو دین کہ ہمدردِ بنی نوعِ بشر تھا	اب جنگ و جدل چار طرف اس میں بپا ہے
دولت ہے نہ عزّت نہ فضیلت نہ ہنر ہے	اِک دین ہے باقی سو وہ بے برگ و نوا ہے
فریاد ہے اے کشتیٔ اُمّت کے نگہباں	بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے
کر حق سے دعا اُمّتِ مرحوم کے حق میں	خطروں میں بہت جس کا جہاز آ کے گھرا ہے

آخر اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق دنیا سے ضلالت و گمراہی کے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے کو دُور کرنے کے لئے چودھویں صدی کے سر پر وہ بدرِ کامل حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی شکل میں وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ کی پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے ظاہر ہوا۔ اس بدرِ کامل میں آفتابِ محمدی کا جلوہ اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ ضو فگن تھا۔ آپ کی بعثت کے وقت توحید کی جگہ شرک نے لے لی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا نام صرف زبانوں پر رہ گیا تھا، اس کی صفات اور قدرتوں پر ایمان دلوں

میں باقی نہ رہا تھا جس کی وجہ سے دنیا ہر قسم کی بدیوں اور گناہوں کی آماجگاہ بن گئی تھی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اخلاقی قوتوں کی تربیت کروں ۔۔۔۔۔ میں سچ کہتا ہوں کہ یہی وہ زمانہ ہے جس کے لئے مسلمان اپنے اعتقاد کے موافق اور عیسائی اپنے خیال پر منتظر تھے۔ یہی وہ وقت تھا۔ اب آنے والا آگیا ۔۔۔۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ جو رابطہ کم ہو گیا ہے اور دنیا کی محبّت غالب آگئی ہے اور پاکیزگی کم ہو گئی ہے۔ خدا تعالیٰ اس رشتہ کو جو عبودیت اور الوہیت کے درمیان ہے پھر مستحکم کرے گا اور گم شدہ پاکیزگی کو پھر لائے گا۔ دنیا کی محبّت سرد ہو جائے گی"۔ (ملفوظات مسیح موعودؑ جلد دوم صفحہ ۲۸۵، ۲۸۶)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو تربیت فرمائی اس میں سے یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی ہستی کو اس انداز سے پیش فرمایا کہ دنیا نئے سرے سے پھر زندہ خدا کی قائل ہو گئی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کا چہرہ اس شان سے دکھلایا کہ تمام عالَم توحیدِ حقیقی کے نور سے جگمگا اٹھا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"اے سننے والو! سنو! کہ خدا تم سے کیا چاہتا ہے۔ بس یہی کہ تم اسی کے ہو جاؤ، اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو، نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا اور اب بھی وہ سنتا ہے جیسا کہ پہلے سنتا تھا۔ یہ خیال خام ہے کہ اس زمانہ میں وہ سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں۔ بلکہ وہ سنتا ہے اور بولتا بھی ہے۔ اس کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں کوئی صفت بھی معطل نہیں اور نہ کبھی ہو گی۔ وہ وہی واحد لاشریک ہے جس کا کوئی بیٹا نہیں اور جس کی کوئی بیوی نہیں ۔ ۔۔ وہ وہی بے مثل ہے جس کا کوئی ثانی نہیں اور جس کی طرح کوئی فرد کسی خاص صفت سے مخصوص نہیں اور جس کا کوئی ہمتا نہیں، جس کا کوئی ہم صفات نہیں اور جس کی کوئی طاقت کم نہیں۔ وہ قریب ہے باوجود دور ہونے کے اور دور ہے باوجود نزدیک ہونے کے۔ وہ تمثّل کے طور پر اہلِ کشف پر اپنے تئیں ظاہر کر سکتا ہے مگر اس کے لئے نہ کوئی جسم ہے اور نہ کوئی شکل ہے۔ اور وہ سب سے اوپر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس کے نیچے کوئی اور بھی ہے۔ اور وہ عرش پر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ زمین پر نہیں۔

وہ مجمع ہے تمام صفاتِ کاملہ کا اور مظہر ہے تمام محامدِ حقّہ کا اور سرچشمہ ہے تمام خوبیوں کا

اور جامع ہے تمام طاقتوں کا اور مبدا ہے تمام فیضوں کا اور مرجع ہے ہر ایک شے کا اور مالک ہے ہر ایک ملک کا اور متصف ہے ہر ایک کمال سے اور منزّہ ہے ہر ایک عیب اور ضعف سے اور مخصوص ہے اِس امر میں کہ زمین والے اور آسمان والے اسی کی عبادت کریں۔ اور اُس کے آگے کوئی بات اَنہونی نہیں اور تمام روح اور اُن کی طاقتیں اور تمام ذرات اور اُن کی طاقتیں اُسی کی پیدائش ہیں۔ اس کے بغیر کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔ وہ اپنی طاقتوں اور قدرتوں اور اپنے نشانوں سے اپنے تئیں آپ ظاہر کرتا ہے اور اس کو اسی کے ذریعہ سے ہم پا سکتے ہیں اور وہ راستبازوں پر ہمیشہ اپنا وجود ظاہر کرتا رہتا ہے اور اپنی قدرتیں ان کو دکھلاتا ہے۔ اسی سے وہ شناخت کیا جاتا ہے اور اسی سے اُس کی پسندیدہ راہ شناخت کی جاتی ہے۔

وہ دیکھتا ہے بغیر جسمانی آنکھوں کے اور سنتا ہے بغیر جسمانی کانوں کے اور بولتا ہے بغیر جسمانی زبان کے۔ اسی طرح نیستی سے ہستی کرنا اُس کا کام ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ خواب کے نظارہ میں بغیر کسی مادہ کے ایک عالم پیدا کر دیتا ہے اور ہر ایک فانی اور معدوم کو موجود دکھلا دیتا ہے۔ پس اسی طرح اُس کی تمام قدرتیں ہیں۔ نادان ہے وہ جو اُس کی قدرتوں کا انکار کرے۔ اندھا ہے وہ جو اُس کی عمیق طاقتوں سے بے خبر ہے۔" (الوصیت صـ ۱۲، ۱۳)

پھر آپ فرماتے ہیں :-

"یہ خدا ہے جو ہمارے سلسلہ کی شرط ہے۔ اُس پر ایمان لاؤ اور اپنے نفس پر اور اپنے آراموں پر اور اپنے کل تعلقات پر اُس کو مقدم رکھو اور عملی طور پر بہادری کے ساتھ اُس کی راہ میں صدق و وفا دکھلاؤ۔ دنیا اپنے اسباب اور اپنے عزیزوں پر اُس کو مقدم نہیں رکھتی مگر تم اُس کو مقدم رکھو تا تم آسمان پر اُس کی جماعت لکھے جاؤ۔ رحمت کے نشان دکھلانا قدیم سے خدا کی عادت ہے مگر تم اِس حالت میں اس عادت سے حصہ لے سکتے ہو کہ تم میں اور اُس میں کچھ جُدائی نہ رہے اور تمہاری مرضی اُس کی مرضی اور تمہاری خواہشیں اُس کی خواہشیں ہو جائیں۔

اور تمہارا سر ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت مرادیابی اور نامرادی میں اُس کے آستانہ پر پڑا رہے تا جو چاہے سو کرے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تم میں وہ خدا ظاہر

ہوگا جس نے مدت سے اپنا چہرہ چھپالیا ہے۔ کیا کوئی تم میں ہے جو اس پر عمل کرے اور اس کی رضا کا طالب ہوجائے اور اس کی قضا و قدر پر ناراض نہ ہو۔ سو تم مصیبت کو دیکھ کر اور بھی قدم آگے رکھو کہ یہ تمہاری ترقی کا ذریعہ ہے۔ اور اس کی توحید زمین پر پھیلانے کے لئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو۔" (کشتی نوح صلا)

اقتباسات مذکورہ بالا کو پڑھ کر اس محسن اور منعم حقیقی کا وجود آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے جتنا جتنا کوئی سمجھ کر پڑھے ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات اس رنگ میں بیان کی گئی ہیں کہ ہر پڑھنے والے کو تصور میں اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل ہوجاتا ہے۔

اب اس کے بعد میں دوسرے پہلو پر روشنی ڈالتا ہوں یعنی وَ يُزَكِّيهِمْ پر جس کے معنی ہیں "اُن کو پاک کرتا ہے"۔ وہی انسان پاک کہلا سکتا ہے جو گناہوں سے مجتنب رہے اور ہر امکانی کوشش گناہوں سے بچنے کی کرے لیکن گناہوں سے کوئی بچ نہیں سکتا تاوقتیکہ اس کو اللہ تعالیٰ کی صفات پر حق الیقین حاصل نہ ہو۔ آپ نے نہایت ہی ہمدردانہ اور مشفقانہ طریق سے اللہ تعالیٰ کی صفات پر یقین حاصل کرنے کے ذرائع ہمیں سکھلائے وہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:-

"اے خدا کے طالب بندو! کان کھولو اور سنو کہ یقین جیسی کوئی چیز نہیں۔ یقین ہی ہے جو گناہ سے چھڑاتا ہے، یقین ہی ہے جو نیکی کرنے کی قوت دیتا ہے، یقین ہی ہے جو خدا کا عاشق صادق بناتا ہے۔ کیا تم گناہ کو بغیر یقین کے چھوڑ سکتے ہو؟ کیا تم جذبات نفس سے بغیر یقینی تجلی کے رک سکتے ہو؟ کیا تم بغیر یقین کے کوئی تسلی پا سکتے ہو؟ کیا تم بغیر یقین کے کوئی سچی تبدیلی پیدا کر سکتے ہو؟ کیا تم بغیر یقین کے کوئی خوشحالی حاصل کر سکتے ہو؟ کیا آسمان کے نیچے کوئی ایسا کفارہ اور فدیہ ہے جو تم سے گناہ ترک کرا سکے؟ ...... پس یاد رکھو کہ بغیر یقین کے تم تاریک زندگی سے باہر نہیں آسکتے اور نہ روح القدس تمہیں مل سکتا ہے۔ مبارک وہ جو یقین رکھتے ہیں کیونکہ وہی خدا کو دیکھیں گے۔ مبارک وہ جو شبہات اور شکوک سے نجات پا گئے ہیں کیونکہ وہ گناہ سے نجات پائیں گے۔ مبارک تم جبکہ تمہیں یقین کی دولت دی جائے کہ اس کے بعد تمہارے گناہ کا خاتمہ ہوگا۔

گناہ اور یقین دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ کیا تم ایسے سوراخ میں ہاتھ ڈال سکتے ہو جس میں تم ایک سخت زہریلے سانپ کو دیکھ رہے ہو۔ کیا تم ایسی جگہ کھڑے رہ سکتے ہو جس جگہ کوہ آتش فشاں سے پتھر برستے ہوں یا بجلی پڑتی ہے یا ایک خونخوار شیر کے حملہ کرنے کی جگہ ہے یا ایک ایسی جگہ

ہے جہاں ایک مہلک طاعون نسلِ انسان کو معدوم کر رہی ہے۔

پھر اگر تمہیں خدا پر ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ سانپ پر یا بجلی پر یا شیر پر یا طاعون پر تو ممکن نہیں کہ اس کے مقابل پر تم نافرمانی کی راہ اختیار کر سکو یا صدق و وفا کا اس سے تعلق توڑ سکو۔

اے وے لوگو! جو نیکی اور راستبازی کے لئے بلائے گئے ہو تم یقیناً سمجھو کہ خدا کی کشش اُس وقت تم میں پیدا ہوگی اور اُس وقت تم گناہ کے مکروہ داغ سے پاک کئے جاؤ گے جبکہ تمہارے دل یقین سے بھر جائیں گے۔ شاید تم کہو کہ ہمیں یقین حاصل ہے سو یاد رہے کہ یہ تمہیں دھوکا لگا ہوا ہے، یقین تمہیں ہرگز حاصل نہیں کیونکہ اس کے لوازم حاصل نہیں۔ وجہ یہ کہ تم گناہ سے باز نہیں آتے۔ تم ایسا قدم آگے نہیں اٹھاتے جو اٹھانا چاہیئے۔ تم ایسے طور سے نہیں ڈرتے جو ڈرنا چاہیئے۔ خود سوچ لو کہ جس کو یقین ہے کہ فلاں سوراخ میں سانپ ہے وہ اُس سوراخ میں کب ہاتھ ڈالتا ہے اور جس کو یقین ہے کہ اُس کے کھانے میں زہر ہے وہ اُس کھانے کو کب کھاتا ہے اور جو یقینی طور پر دیکھ رہا ہے کہ اس فلاں بَن میں ایک خونخوار شیر ہے اُس کا قدم کیونکر بے احتیاطی اور غفلت سے اس بَن کیطرف اُٹھ سکتا ہے۔ سو تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں اور تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں کیونکر گناہ پر دلیری کر سکتی ہیں اگر تمہیں خدا اور جزا سزا پر یقین ہے۔

گناہ یقین پر غالب نہیں ہو سکتا اور جب کہ تم ایک بھسم کرنے اور کھا جانے والی آگ کو دیکھ رہے ہو تو کیونکر اُس آگ میں اپنے تئیں ڈال سکتے ہو۔ اور یقین کی دیواریں آسمان تک ہیں شیطان اُن پر چڑھ نہیں سکتا۔

ہر ایک جو پاک ہوا یقین سے پاک ہوا۔ یقین دُکھ اُٹھانے کی قوت دیتا ہے یہانتک کہ ایک بادشاہ کو تخت سے اُتارتا ہے اور فقیری کا جامہ پہناتا ہے۔ یقین ہر ایک دُکھ کو سہل کر دیتا ہے۔ یقین خدا کو دکھاتا ہے۔ ہر ایک کفّارہ جھوٹا ہے اور ہر ایک فدیہ باطل ہے اور ہر ایک پاکیزگی یقین کی راہ سے آتی ہے۔ وہ چیز جو گناہ سے چھڑاتی اور خدا تک پہنچاتی اور فرشتوں سے بھی صدق اور ثبات میں آگے بڑھا دیتی ہے وہ یقین ہے ....

جس طرح انسان نفسانی لذات کا سامان دیکھ کر ان کی طرف کھینچا جاتا ہے اسی طرح انسان جب روحانی لذات یقین کے ذریعہ سے حاصل کرتا ہے تو وہ خدا کی طرف کھینچا جاتا ہے اور اُس کا حسن اس کو ایسا مست کر دیتا ہے کہ دوسری تمام چیزیں اس کو سراسر ردّی دکھائی دیتی ہیں۔

اور انسان اسی وقت گناہ سے مخلصی پاتا ہے جبکہ وہ خدا اور اس کے جبروت اور جزا سزا پر یقینی طور پر اطلاع پاتا ہے۔ ہر ایک بے باکی کی جڑ بے خبری ہے۔ جو شخص خدا کی یقینی معرفت سے کوئی حصہ لیتا ہے وہ بے باک نہیں رہ سکتا۔ اگر گھر کا مالک جانتا ہے کہ ایک پُر زور سیلاب نے اس کے گھر کی طرف رُخ کیا ہے اور یا اُس کے گھر کے اردگرد آگ لگ چکی ہے اور صرف ایک ذرا سی جگہ باقی ہے تو وہ اس گھر میں ٹھہر نہیں سکتا۔ تو پھر تم خدا کی جزا سزا کے یقین کا دعویٰ کر کے کیونکر اپنی خطرناک حالتوں پر ٹھہر رہے ہو۔" (کشتی نوح صفحہ ۸۴ تا ۸۷)

حسب فرمانِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کے صرف الفاظ رہ گئے تھے، اس کے معارف اور انوار و برکات سے مسلمان بالکل بے بہرہ تھے۔ صرف زبان سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کرتے تھے مگر دل آپ کی علوِّ شان کے سمجھنے سے قاصر تھے۔ اِس حالت کو دیکھ کر آپ بے قرار ہو گئے اور فرمایا:-

"ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے جو لوگ قرآن کو عزّت دیں گے وہ آسمان پر عزّت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدّم رکھیں گے اُن کو آسمان پر مقدّم رکھا جائے گا۔

نوعِ انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدمزادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اُس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہو گی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔

نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اُس کے افاضۂ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا اور آخرکار اُس کی روحانی فیض رسانی سے اس مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کے لئے ضروری تھا۔" (کشتی نوح ص۱۹-۲۰)

تربیت اور معاشرے کی اصلاح لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود

علیہ السلام نے اس اہم امر کے متعلق پاکیزہ اور بیش بہا ہدایات کا ایسا خزانہ عطا فرمایا جو ایک پہلو سے قرآن کریم کی تفسیر ہے تو دوسرے پہلو سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی تشریح جس پر عمل کر کے بنی نوع انسان میں سے ایسی ہستیاں عالم وجود میں آئیں جن پر فرشتے بھی رشک کرتے ہیں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"اس کے (اللہ تعالےٰ کے) بندوں پر رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے رہو اور کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو۔ غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ۔ تا قبول کئے جاؤ۔ بہت ہیں جو حلم ظاہر کرتے ہیں مگر وہ اندر سے بھیڑیے ہیں۔ بہت ہیں جو اوپر سے صاف ہیں مگر اندر سے سانپ ہیں۔ سو تم اس کی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔

بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو نہ ان کی تحقیر۔ اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو نہ خود نمائی سے ان کی تذلیل۔ اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو نہ خود پسندی سے ان پر تکبر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو۔ اور مخلوق کی پرستش نہ کرو اور اپنے مولا کی طرف منقطع ہو جاؤ۔ اور دنیا سے دل برداشتہ رہو اور اسی (خدا تعالےٰ) کے ہو جاؤ اور اسی کے لئے زندگی بسر کرو۔ اور اس کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ وہ پاک ہے۔ چاہیئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دھوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دن کو رات نہیں کر سکتیں۔ بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی ہے اور جس پر پڑتی ہے اس کی دونوں جہان میں بیخ کنی کر جاتی ہے۔ تم ریا کاری کے ساتھ اپنے تئیں بچا نہیں سکتے کیونکہ وہ خدا جو تمہارا خدا ہے اس کی انسان کے پاتال تک نظر ہے۔ کیا تم اس کو دھوکہ دے سکتے ہو۔ پس تم سیدھے ہو جاؤ اور صاف ہو جاؤ اور پاک ہو جاؤ اور کھرے ہو جاؤ۔ اگر ایک ذرہ تیرگی تم میں باقی ہے تو وہ تمہاری ساری روشنی کو دور کر دے گی۔ اور اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبر ہے یا ریا ہے یا خود پسندی ہے یا کسل ہے تو تم ایسی چیز نہیں ہو کہ جو قبول کے لائق ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لے کر اپنے تئیں دھوکہ دو کہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا کر لیا کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے۔ اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا۔ تم آپس میں جلد صلح کرو

اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جائیگا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے۔ تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل کرو تا تم بخشے جاؤ۔

نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازہ کے لئے تم بلائے گئے ہو اس سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا۔ کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو ان باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے مُنہ سے نکلیں اور میں نے بیان کیں"۔ (کشتی نوح صفحہ ۱۷، ۱۸)

صفاتِ باری تعالیٰ، عظمت و حکمتِ قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ارفع و اعلیٰ شان، تزکیہ نفوس اور اصلاحِ معاشرہ کے متعلق مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کے چند اقتباسات ہی پیش کرنے پر اکتفا کیا ہے ورنہ حضورؑ کی کتب و ملفوظات اثر و جذب میں ڈوبے ہوئے مواعظِ حسنہ کے بیش بہا خزائن کی حیثیت رکھتے ہیں اپنی مواعظِ حسنہ اور خدا داد قوّتِ قدسی کی مدد سے آپ نے اپنی جماعت کی تربیت فرمائی اور ایسی تربیت فرمائی کہ ایک نئی زمین اور نیا آسمان تعمیر کر دکھایا۔ یہ اس عظیم الشان تربیت کا ہی نتیجہ ہے کہ آپ کی قائم کردہ مُٹھی بھر جماعت کو دنیا کے کونے کونے میں خدمتِ اسلام کی وہ توفیق مل رہی ہے کہ تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے ضمن میں اس کے محیّر العقول کارناموں پر ایک دنیا عش عش کر رہی ہے۔ بلاشبہ یہ اسی تربیت کا نتیجہ ہے کہ آج جماعتِ احمدیہ کی تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں اسلام ہر خطّہ زمین میں فتحیاب ہو رہا ہے، مراکزِ تثلیث میں مساجد تعمیر ہو رہی ہیں، دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم شائع ہو رہے ہیں اور وہی لوگ جو پہلے تثلیث کے گورکھ دھندوں میں پھنسے ہوئے تھے اب توحید کے والہ و شیدا ہو کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کمال درجہ محبّت و عشق کے عالم میں درود بھیج رہے ہیں۔ الغرض ایک عظیم الشان روحانی انقلاب ہے جو دنیا کے کونے کونے میں رونما ہو رہا ہے اور یہ انقلاب مرہونِ منت ہے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے اُس انقلاب آفرین کارنامے کا جو آپ نے اصلاحِ عقائد اور تزکیہ نفوس و تطہیرِ قلوب کے ضمن میں سرانجام دیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضور علیہ السلام کے ان مواعظِ حسنہ پر کماحقّہٗ عمل پیرا ہو کر خدمتِ اسلام کا فریضہ پوری مستعدی اور کمال درجہ تندہی سے ادا کرتے چلے جانے کی توفیق عطا فرمائے یہاں تک کہ اسلام ساری دنیا میں پورے طور پر غالب آجائے اور اس طرح جماعتِ احمدیہ کے قیام کی علّتِ غائی پوری ہو۔ آمین یا ربّ العالمین ٭

ہم لوگ غلامانِ مسیحائے زماںؑ ہیں!

(مکرم جناب شیخ روشن دین صاحب تنویر)

دل خوفِ خدا عشقِ محمدؐ سے تپاں ہیں
قرآن کی آیاتِ مُبیں وردِ زباں ہیں

بجلی ہے جو رگ رگ میں تو طوفان لہو میں
ہم لوگ غلامانِ مسیحائے زماںؑ ہیں

وہ ذکر کہ ہے جس کا خدا آپ ہی حافظ
اُس ذکر کا ہم آج درخشندہ نشاں ہیں

طوفانوں میں چلتی ہوئی یہ نوح کی کشتی
پہنچے گی کناروں پہ جو پُر امن و اماں ہیں

تعمیر وہاں کرنا ہے اسلام کا فردوس
الحاد کے دوزخ جہاں اب شعلہ فشاں ہیں

وہ قافلہ سالار جدھر آنکھ اُٹھا دے
ہم قافلہ در قافلہ اُس سمت رواں ہیں

اِس بات میں تقدیر کی تحریر ہے تنویرؔ
پھر انتم اعلون کے آثار عیاں ہیں

"اللہ تعالیٰ کے خاص بندے"

(قسط دوم)

(مکرم شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔ اے قائد عمومی مجلس مرکزیہ)

گذشتہ قسط میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پُر معارف تحریرات کی روشنی میں یہ امر واضح کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے جب اپنا سب کچھ قربان کر کے اور اپنے او پر فنا وارد کر کے اُسی کے ہو رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی انہیں اپنا لیتا، اپنی آغوشِ رحمت میں انہیں پناہ دیتا اور خود ان کا حافظ و ناصر ہو جاتا ہے اِس طرح کہ پھر ان کو کسی قسم کا خطرہ نہیں رہتا۔ اپنے او پر فنا وارد کرنے سے انہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نئی زندگی عطا ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ اور اس کی نصرت پر انہیں ایسا کامل یقین ہوتا ہے کہ وہ اس کی خاطر بڑی سے بڑی مشکل اور عظیم سے عظیم مصیبت اور ابتلاء کو خاطر میں نہیں لاتے وہ ثابت قدمی اور اولوالعزمی کا ایسا شاندار مظاہرہ کرتے ہیں کہ جو اپنی مثال آپ ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے ایسے خاص بندے اور اس کے غیر معمولی توکل اور یقین کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"وہ آزمایا جاتا اور دُکھ دیا جاتا ہے اور طرح طرح کے امتحان اس کو پیش آتے ہیں اور ایسی مصائب اور تکالیف اس پر پڑتی ہیں کہ اگر وہ پہاڑوں پر پڑتیں تو انہیں نابود کر دیتیں اور اگر وہ آفتاب اور ماہتاب پر وارد ہوتیں تو وہ بھی تاریک ہو جاتے لیکن وہ ثابت قدم رہتا ہے اور وہ تمام سختیوں کو بڑی انشراح صدر سے برداشت کر لیتا ہے اور اگر وہ ہاونِ حوادث میں پیسا بھی جائے اور غبار بھی کیا جائے تب بھی بجز اِنّی مَعَ اللہ کے اور کوئی آواز اس کے اندر سے نہیں آتی۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام ص۲۳۶ و ص۲۳۷)

تاریخِ عالم پر نظر ڈالنے سے ہمیں ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کی ایسی درخشندہ مثالیں نظر آتی ہیں جو صحیح معنی میں قوق العادت شجاعت کے مالک ہوتے ہیں اور جنہیں استقامت اور ہمت عطا ہوتی ہے اور جو خدا تعالےٰ سے سنتے اور جو خدا تعالیٰ سے دیکھتے اور خدا تعالیٰ کے ساتھ حرکت کرتے اور خدا تعالیٰ کے ساتھ ٹھہرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے ایسے خاص بندوں میں سے سب سے زیادہ درخشندہ اور اعلیٰ و افضل اور اکمل و اتم مثال سید ولد آدم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود میں ملتی ہے چنانچہ ہم سب سے پہلے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا ہی ایک انتہائی

ایمان افروز اور رُوح پرور واقعہ پیش کرتے ہیں :-

(۲)

حضرت رسول اکرم محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات سخت خطرہ سے دوچار تھے۔ دشمن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اور حضورؐ کی جان کے درپے تھے۔ حضورؐ محض خدا پر توکل کرتے ہوئے تن تنہا گھر سے نکلے اور پھر وفا شعار جاں نثار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ دشمن کو جب اِس کا علم ہوا تو اُس نے تعاقب کے لئے چاروں طرف گھوڑے دوڑا دیئے۔ احادیثِ نبوی میں مروی ہے کہ کفارِ مکہ میں سے ایک شخص نے بعد میں بیان کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس سمت تشریف لے گئے تھے میں اُسی سمت روانہ ہو گیا مگر جونہی میں حضورؐ کے قریب پہنچتا میری سواری مُنہ کے بل گر پڑتی۔ ہزار کوشش کے باوجود میں حضورؐ تک نہ پہنچ سکا۔ حضورؐ غارِ ثور میں پہنچے اور وفا شعار ساتھی سمیت اس کے اندر تشریف لے گئے۔ اتنے میں ایک مکڑی نے غار کے مُنہ پر جالا تن دیا۔ دشمن کھوج لگاتا ہوا وہاں جا پہنچا۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ بے حد گھبرا رہے تھے، اپنے لئے نہیں بلکہ حضورؐ کے لئے کہ کہیں خدانخواستہ دشمن حضورؐ تک نہ آ پہنچے۔ وہ حضورؐ کی سلامتی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر دعائیں کر رہے تھے مگر حضورؐ کی حرکات و سکنات سے کسی قسم کی گھبراہٹ کے آثار ظاہر نہ ہوتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو "فوق العادت شجاعت اور استقامت اور ہمّت" عطا فرمائی تھی جو اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کا خاصہ ہے۔ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا :-

"لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا"

"ابوبکر! گھبراؤ نہیں خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت اور اُس کی حفاظت ہمارے ساتھ ہے، وہ ہمیں محفوظ رکھے گا اور دشمن کو یہاں تک پہنچنے نہیں دے گا"

اللہ اللہ! کس قدر یقین اور اعتماد تھا حضورؐ کو اپنے خدا پر۔ دشمن غار کے مُنہ تک پہنچ چکا ہے اور حضورؐ سے چند قدم کے فاصلہ پر کھڑا ہے مگر حضورؐ پھر بھی یہی فرما رہے ہیں کہ دشمن ہرگز یہاں تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ خدا تعالیٰ خود ہماری حفاظت فرما رہا ہے۔ یہ یقین کامل سچی معرفت کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتا۔ دشمن ہر بار غار کے مُنہ تک پہنچتا مگر پھر یہ دیکھ کر کہ غار کے مُنہ پر مکڑی نے جالا تن رکھا ہے اگر حضورؐ اندر تشریف لے جاتے تو یہ جالا ٹوٹ جاتا اندر جھانکے بغیر وہاں سے واپس چلا جاتا۔

(۳)

فرعون جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے ماننے والوں کے درپے آزار ہوا تو اللہ تعالیٰ نے

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:۔

"اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ اِنَّکُمْ مُتَّبَعُوْنَ"

(الشعراء ع ۴)

"اے موسیٰ! میرے بندوں کو لے کر راتوں رات یہاں سے نکل جاؤ۔ دشمن تمہارا پیچھا کرنے کو ہے۔"

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے منشاء اور حکم کے مطابق اپنے ساتھیوں سمیت وہاں سے روانہ ہو گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِیْنَ (الشعراء آیت ۶۱)

"صبح کے وقت فرعون اور اس کی قوم کے لوگ بنی اسرائیل کو روکنے کے لئے ان کے پیچھے چل پڑے۔"

پھر فرمایا:۔

فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۞ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ۞ (الشعراء آیات ۶۲-۶۳)

"یعنی جب دونوں گروہ ایک دوسرے کے سامنے ہوئے تو موسیٰؑ کے ساتھیوں نے کہا ہم تو پکڑے گئے۔ موسیٰؑ نے جواب دیا ایسا ہرگز نہیں ہوگا، میرا رب میرے ساتھ ہے وہ عنقریب مجھے کامیابی کا رستہ دکھائے گا۔"

غور کیجئے پیچھے دشمن کا لشکر تیزی سے بڑھتا چلا آ رہا ہے اور سامنے سمندر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی، جن کے ایمان میں ابھی وہ پختگی پیدا نہیں ہوئی تھی جو موسیٰ علیہ السلام کے ایمان میں تھی اور جنہیں ابھی تک خدا تعالیٰ کی وہ معرفت حاصل نہ تھی جو موسیٰ علیہ السلام کو حاصل تھی، گھبرا رہے تھے کہ اب کیا ہوگا۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ مگر یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی موسیٰ علیہ السلام کا دل اِس یقین سے لبریز تھا کہ خدا تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ وہ فرعون سے ہمیں محفوظ رکھنے کے لئے کوئی نہ کوئی راہ ضرور نکال دے گا۔ اِس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ پھر فرماتا ہے:۔

فَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ ۞ وَ اَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِیْنَ ۞ وَ اَنْجَیْنَا مُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ۞ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ ۞ (الشعراء آیات ۶۴ تا ۶۷)

ترجمہ :۔ تب ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنے سونٹے کو سمندر پر مار۔ جس پر سمندر پھٹ گیا اور اس کا ہر ٹکڑا ایک بڑے ٹیلے کی طرح نظر آنے لگا۔ اسی وقت ہم دوسرے گروہ (یعنی فرعون کے گروہ) کو قریب لے آئے اور موسیٰؑ اور اس کے ساتھیوں کو نجات دیدی اور دوسرے گروہ کو ہم نے غرق کر دیا ؔ

اللہ اللہ! خدا تعالیٰ کی قدرتوں پر اعتماد کی کس قدر عظیم جلوہ گری ہے یہ! پیچھے دشمن اور سامنے سمندر کے طوفانوں کو دیکھ کر بھی موسیٰ علیہ السلام گھبرائے نہیں بلکہ خدا تعالےٰ پر توکّل کرتے ہوئے بڑھتے چلے گئے۔ تب خدا تعالےٰ نے اُنہیں حکم دیا کہ اپنی جماعت سمیت سمندر میں کُود جائیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے وہی کیا جو اُن کے خدا نے اُن سے چاہا۔ نتیجہ یہ ہوُا کہ اللہ تعالےٰ نے اس جگہ جزر کی کیفیت پیدا کرتے ہوئے سمندر کو خشک کر دیا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے ساتھی سلامتی کے ساتھ اس مقام کو پار کر گئے۔ مگر جونہی فرعون اور اس کے لشکر درمیان میں پہنچے خدا کے حکم سے مد کی کیفیت پیدا ہوگئی اور سمندر کا پانی ٹھاٹھیں مارتا ہوُا پھر واپس آگیا اور فرعون اور اُس کے لشکروں کو غرق کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام کو یہ فوق العادت شجاعت اور استقامت اور ہمّت خدا تعالےٰ ہی نے عطا فرمائی تھی اور یہ عرفان خدا تعالیٰ ہی نے بخشا تھا ؏

(باقی)

خُدا کو پانے کا گُر

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں :۔

"یقیناً سمجھو کہ خدا کو پانے کا یہی گُر ہے جو قبل از وقت چوکنّا اور بیدار رہتا ہے ایسا بیدار کہ گویا اس پر بجلی گرنے والی ہے اس پر بجلی ہرگز نہیں گرتی۔ لیکن جو بجلی کو گرتے دیکھ کر چلاّتا ہے اُس پر گرے گی اور ہلاک کرے گی۔ وہ بجلی سے ڈرتا ہے نہ خُدا سے۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۶۵)

شکر

(محترم جناب مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا)

شُکر کے معنے ہیں احسان کو یاد رکھنا اور اُس کا اظہار کرنا۔ اس کے بالمقابل کُفر کا لفظ ہے جسکے معنے ہیں احسان کو بھول جانا اور اس کو چھپا لینا۔ عَیۡنٌ شُکۡرٰی کے معنے ہوتے ہیں آنسوؤں سے بھری ہوئی آنکھیں۔ بعض نے کہا ہے کہ شُکر کا اصل بھی یہی ہے یعنی محسن کے ذکر سے بھر جانا۔ شُکر تین قسم کا ہوتا ہے دل کا شُکر یعنی دل میں احسان کا تصور۔ زبان کا شکر یعنی زبان سے منعم کی تعریف کرنی۔ تمام اعضاء کا شکر یعنی اعضاء کو استعمال کر کے احسان کا بدلہ دینا۔ اللہ تعالیٰ کی صفت شَکُور سے مراد اُس کا اپنے بندوں پر انعام کرنا اور اُن کی عبادت کی جزا دینا ہے۔ (ملخص از مفردات راغب)

شکر گذاری ایک ایسا وصف ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے متعلق فرماتا ہے وقلیلٌ مِّن عبادی الشکور (پارہ ۲۲۔ سبا ۱۴) یعنی میرے بندوں میں سے بہت کم شکر گذار ہوتے ہیں۔ ابلیس بھی انسانوں کے متعلق دعویٰ کرتا ہے ثمّ لاٰتینّھم مِّنۡ بین ایدیھم ومِن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم ولا تجد اکثرھم شٰکرین (پارہ ۸۔ اعراف ۱۸) یعنی پھر میں ضرور ان کے سامنے سے آؤں گا اور انکے پیچھے سے آؤں گا اور ان کے دائیں سے آؤں گا اور ان کے بائیں سے آؤں گا اور تو ان میں سے اکثر لوگوں کو شکر گذار نہیں پائے گا۔ چنانچہ عام انسانوں کے متعلق خدا تعالیٰ بھی فرماتے ہیں انّ الانسان لکفور (پارہ ۱۷۔ حج ۶۷) یعنی بے شک انسان بڑا ناشکر گذار ہے اور ایک جگہ ناشکری کو شیطانی خصلت کے طور پر بیان فرماتا ہے وکان الشّیطٰن لربّہٖ کفورًا (پارہ ۱۵ بنی اسرائیل ۲۸) یعنی شیطان اپنے رب کا بہت ہی ناشکر گذار ہے۔

اس کے مقابل پر اللہ تعالیٰ بعض نبیوں میں اس خوبی کا خاص طور پر ذکر فرماتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے انّہ کان عبداً شکورا (پارہ ۱۵۔ بنی اسرائیل ۴) یعنی یقیناً وہ ہمارا نہایت شکر گذار بندہ تھا۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے شاکرًا لّانعمہٖ اجتبٰہ وھدٰہ الیٰ صراطٍ مّستقیم (پارہ ۱۴۔ نحل ۱۲۲) یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے انعاموں کا شکر کرنیوالا تھا۔ اس کے رب نے اسے چن لیا تھا اور اپنے سیدھے راستے کی ہدایت کی تھی۔

ایک جگہ انسان کے متعلق فرماتا ہے انّا خلقنا الانسان من نّطفۃٍ امشاجٍ نّبتلیہ فجعلنٰہ -

سمیعاً بصیراً۔ انّا ھدینٰہ السّبیل امّا شاکراً وّ امّا کفوراً (پارہ ۲۹۔ الدہر ۲، ۳) یعنی ہم نے انسان کو ایک نطفہ سے پیدا کیا ہے جس میں مختلف طاقتیں ملی ہوئی تھیں تاکہ ہم اس کی آزمائش کریں۔ پھر ہم نے اس کو بہت سُننے والا اور بہت دیکھنے والا بنا دیا۔ اور اس کے لئے راستہ واضح کر دیا خواہ وہ شکرگذار ہو کر زندگی بسر کرے خواہ ناشکرا ہو کر۔ یعنی انسان کے لئے دونوں راستے کھلے رکھے خواہ وہ اس کی نعمتوں کی قدر کرے اور اس کی فرمانبرداری میں زندگی بسر کرے۔ خواہ اس کی نعمتوں کی ناشکری کرے اور نافرمانی میں زندگی گذارے۔ اور پھر فرمایا و سیجزی اللہ الشّٰکرین (پارہ ۴۔ آل عمران ۱۴۴) یعنی اللہ تعالیٰ شکرگذاروں کو ضرور بدلہ دے گا۔

شکرگذاری کو اللہ تعالیٰ نے حقیقی دانائی بھی قرار دیا ہے۔ فرماتا ہے ولقد اٰتینا لقمٰن الحکمۃ ان اشکر للّٰہ ومن یّشکر فانّما یشکر لنفسہٖ ومن کفر فانّ اللّٰہ غنیٌّ حمید (پارہ ۲۱ لقمان ۱۲) یعنی ہم نے لقمان کو حکمت یا دانائی کی بات سکھائی جو یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کے شکرگذار بن جاؤ اور جو شکرگذاری کرتا ہے اس کا فائدہ اس کے نفس کو ہوگا اور جو ناشکری کرتا ہے (اس کا نقصان بھی اسی کو ہوگا) کیونکہ اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے اور سب تعریف والا ہے یعنی کسی انسان کی شکرگذاری سے خدا تعالیٰ کی تعریف میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ اس کا فائدہ پہنچتا ہے تو انسان کو ہی پہنچتا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے واذ تاذّن ربّکم لئن شکرتم لازیدنّکم ولئن کفرتم انّ عذابی لشدید۔ وقال موسٰی ان تکفروا انتم ومن فی الارض جمیعًا فانّ اللّٰہ لغنیٌّ حمید (پارہ ۱۳۔ ابراہیم ۷، ۸) یعنی تیرے رب نے یہ اعلان فرما دیا ہے (انبیاء کے ذریعے) کہ اگر تم شکرگذار بنو گے تو میں یقیناً یقیناً تمہیں اور زیادہ دوں گا۔ اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بھی بڑا سخت ہوگا۔ اور موسیٰ نے کہا اگر تم اور جو انسان زمین میں موجود ہیں سارے کے سارے اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرو تو یقیناً وہ تو بے نیاز ہے اور حمد والا ہے (اس کا کوئی نقصان نہ ہوگا)

جب یہ صورت ہے کہ شکرگذاری بہت کم انسانوں میں پائی جاتی ہے اور ابلیس کا دعویٰ ہے کہ وہ اکثر انسانوں کو شکرگذار بننے نہیں دیگا اور عام انسانوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ ناشکرگذار ہی رہے اور ناشکرگذاری کو وہ شیطانی خصلت بیان فرماتا ہے اور بعض نبیوں کی خوبیوں میں شکرگذاری کا خاص طور پر ذکر فرماتا ہے، اور انسان کو کان اور آنکھیں دینے اور ہدایت کا راستہ دکھانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس سے شکرگذاری ہی دیکھنی چاہی ہے اور اس کے لئے بار بار جزا کا ذکر فرماتا ہے اور اس کا نام حکمت یا اصل دانائی رکھتا ہے جس کا فائدہ انسان کو ہی پہنچتا ہے نہ کہ خدا کو، اور جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ نعمتیں دینے کا وعدہ فرماتا ہے اور ناشکرگذاروں کے لئے عذاب کا وعید دیتا ہے اور اس کے متعلق اس نے نبیوں کے ذریعے اعلان کیا ہوا ہے تو پھر یہ سمجھنا ضروری ہے کہ شکرگذاری سے کیا مراد ہے۔

سو جاننا چاہیئے کہ شکرگذاری تین طور سے ہوتی ہے (۱) دل میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احساس پیدا کرنا (۲) زبان سے اس کا اظہار کرنا اور (۳) اپنے اعمال سے نعمتوں کی قدر ظاہر کرنا۔

ان کی کسی قدر تفصیل یہ ہے:۔

(۱) دل میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احساس پیدا کرنا۔ اگر انسان غور کرے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اس قدر نعمتیں دی ہیں کہ ان کو گنا نہیں جا سکتا۔ اس کے جسم کا ایک ایک ذرہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کے ہاتھوں سے بنا ہوا ہے۔ وہ اس کے فضل اور احسان کے بغیر ایک لمحہ کے لئے بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ خدا تعالیٰ کی نعمتوں نے اس کو ظاہر سے اور باطن سے گھیرا ہوا ہے۔ انسانی مشین کا ایک ایک پرزہ محض اس کے فضل اور احسان سے چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان میں کروڑوں کروڑ بلکہ اربوں ارب بلکہ لاانتہا چیزیں انسان کی ضرورتوں اور حاجتوں کو پورا کرنے کے لئے بنائیں۔ انسان خود ان میں سے کچھ بھی بنانے پر قادر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کیا سچ فرمایا ہے وآتٰکم من کل ما سالتموہ وان تعدّوا نعمت اللہ لاتحصوھا ان الانسان لظلومٌ کفّارٌ۔ (پارہ ۱۳۔ ابراہیم ۳۴) یعنی اس نے تمہیں دیا جو کچھ بھی تمہاری ضرورتیں تقاضا کرتی ہیں اور اگر تم اس کی نعمتوں کو گننا چاہو تو ان کا شمار نہ کر سکو گے۔ بیشک انسان بڑا ہی ظالم (یعنی احسانات کو بھول جانے والا) اور بڑا ہی ناشکر گذار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا ذکر قرآن کریم میں سینکڑوں مقامات پر مختلف پیراؤں میں کیا ہے۔ یہاں میں صرف ایک جگہ سے درج کرتا ہوں۔ فرماتا ہے:۔

خلق السّمٰوٰتِ والارض بالحقّ تعٰلٰی عمّا یشرکون۔ خلق الانسان من نّطفةٍ فاذا ھو خصیمٌ مّبینٌ۔ والانعام خلقھا لکم فیھا دفءٌ وّمنافع ومنھا تاکلون۔ ولکم فیھا جمالٌ حین تریحون وحین تسرحون۔ وتحمل اثقالکم الٰی بلدٍ لّم تکونوا بٰلغیہ الّا بشقّ الانفس انّ ربّکم لرءوفٌ رّحیمٌ۔ وّالخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینةً ویخلق ما لاتعلمون۔ وعلی اللہ قصد السّبیل ومنھا جائرٌ ولو شاءَ لھدٰکم اجمعین۔ ھو الّذی انزل من السماء ماءً لّکم مّنہ شرابٌ وّمنہ شجرٌ فیہ تسیمون۔ ینبت لکم بہ الزّرع والزّیتون والنّخیل والاعناب ومن کلّ الثّمرٰت انّ فی ذٰلک لاٰیةً لقومٍ یّتفکّرون۔

وسخّر لکم الّیل والنّھار والشّمس والقمر والنّجوم مسخّرٰتٌ بامرہٖ انّ فی ذٰلک لاٰیٰتٍ لّقومٍ یعقلون۔ وما ذرا لکم فی الارض مختلفًا الوانہٗ انّ فی ذٰلک لاٰیةً لّقومٍ یّذّکّرون۔ وھو الّذی سخّر البحر لتاکلوا منہ لحمًا طریًّا وّتستخرجوا منہ حلیةً تلبسونھا وتری الفلک مواخر فیہ ولتبتغوا من فضلہٖ ولعلّکم تشکرون۔ والقٰی فی الارض رواسی ان تمید بکم وانھرًا وّسبلًا لّعلّکم تھتدون

وعلٰمٰتٍ و بالنجم ھم یھتدون۔ افمن یخلق کمن لّا یخلق افلا تذکّرون
وان تعدّوا نعمت اللہ لا تحصوھا انّ اللہ لغفورٌ رّحیمٌ۔ (پارہ ۱۴ النحل آیات ۴ تا ۱۹)

ترجمہ:۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو اپنے اندر بے شمار حقائق رکھنے والا بنایا (ایسے حقائق کہ سائنسدانوں کی عمریں ان حقائق کی دریافت میں خرچ ہوئیں لیکن انہوں نے یہی اقرار کیا کہ وہ ایک ریت کے ذرّے کے برابر بھی ان حقائق کو معلوم نہیں کر سکے اور مادے کے ایک ایک ذرّے میں انہوں نے دنیا آباد پائی) انسانی ذہن کچھ بھی تجویز کرے اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بلند ہے اور کسی کی کیا طاقت کہ وہ اس کا شریک بن سکے۔ اس نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا (ایک ایسے جرثومہ سے جو ایک قطرہ میں دس لاکھ سے بھی اوپر ہوتے ہیں لیکن اس کو ایسی طاقتیں بخشیں) جو وہ دلیلیں دے دیکر جھگڑنے والا بن گیا۔ اور اس نے چوپاؤں کو تمہارے لئے پیدا کیا جن میں تمہارے لئے گرمی پہنچانے والی اور مختلف قسم کی نفع دینے والی چیزیں ہوتی ہیں (مثلاً اون۔ کھال وغیرہ) اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو۔ اور وہ تمہیں خوبصورت بھی نظر آتے ہیں جب تم انہیں چرا کر گھر واپس لاتے ہو اور جب انہیں چرنے کے لئے چھوڑتے ہو۔ اور وہ تمہارے بوجھ بھی اٹھا کر ایک شہر سے دوسرے شہر کو لے جاتے ہیں۔ تم خود ان بوجھوں کو بغیر اپنے آپ کو جوکھوں میں ڈالے نہ اٹھا سکتے۔ بیشک تمہارا رب تم پر شفقت کرنے والا اور تمہاری تھوڑی تھوڑی محنتوں کو ہی نوازنے والا ہے۔ اور اسنے تمہارے لئے گھوڑے اور خچریں اور گدھے بھی پیدا کئے تاکہ تم ان پر سواری کرو اور وہ تمہارے لئے زینت کا کام بھی دیں (سواری کے اتنے سامان نکل آنے کے باوجود بھی اب تک زینت کے لئے گھوڑے بھی استعمال کئے جاتے ہیں) اور اس نے تمہارے لئے وہ کچھ پیدا کیا جس کا تمہیں ابھی تک علم بھی نہیں ہو سکا (باریک سے باریک چیزیں بھی اور بڑے سے بڑے اجرام بھی جو انسانوں کے احاطہ ادراک میں نہیں آسکے اور بے شمار اور اشیاء جن کا آہستہ آہستہ علم ہو رہا ہے) اور وہی اپنے تک پہنچنے کی سیدھی راہ بھی دکھاتا ہے (جو اس کی ساری کائنات پیدا کرنے میں اصل غرض ہے) کیونکہ بہت سے راستے ٹیڑھے بھی ہیں (اس لئے اپنے عاجز بندوں کے لئے وہ سیدھا راستہ دکھانے کا انتظام فرماتا ہے) اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت پر ہی چلاتا (لیکن جبر اس کی حکمت اور انسانی پیدائش کی غرض کے خلاف ہے) اسی نے تمہارے لئے بادلوں سے پانی اتارا (جس کا اترنا بھی تم پر عجیب کرم ہے۔ کس طرح وہ اوپر چلا جاتا ہے اور کس طرح وہاں سے صاف شفاف ہو کر اور قطرہ قطرہ کر کے تمہارے لئے اترتا ہے جیسا کہ چھلنی میں ڈال کر پھینکا گیا ہوتا ہے تاکہ اس کے بندوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے) جسے تم پیتے ہو اور اس سے درخت بھی تیار ہوتے ہیں جن میں اپنے مویشیوں کو چراتے ہو۔ اس پانی سے وہ تمہارے لئے کھیتیاں بھی اگاتا ہے اور زیتون اور کھجوریں اور انگور بھی اور باقی ہر قسم کے پھل بھی۔ اس میں غور کرنے والوں کے لئے نشان ہے۔

اور اس نے تمہارے کام میں لگا یا رات کو (کہ وہ کس طرح تمہیں آرام پہنچاتی ہے) اور دن کو (کہ وہ کس طرح

تمہارے لئے معیشت کے ذرائع میسّر کرواتا ہے) اور سُورج کو اور چاند کو اور ستاروں کو (جو نظامِ عالم کا بے حد اہم حصّہ ہیں) یہ سب اسی کے حکم سے تمہاری خدمت میں لگے ہوئے ہیں اس میں عقلمند لوگوں کے لئے نشان ہیں۔ اور جو مختلف قسموں کی چیزیں اس نے تمہارے لئے زمین میں پیدا کی ہیں ان میں بھی ان لوگوں کے لئے نشان ہے جو نصیحت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور اسی نے سمندر کو بھی تمہاری خدمت میں لگا رکھا ہے تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے زیور (کا سامان) نکالو جسے تم لوگ پہنتے ہو۔ اور تو اس میں کشتیوں کو پانی پھاڑتے ہوئے دیکھتا ہے۔ (جو اس لئے چلتی ہیں کہ تم سمندری سفر کرو) اور تاکہ تم ان کے ذریعے اس کے فضل کو تلاش کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔ اور اس نے زمین میں تمہارے لئے محکم پہاڑ بنائے تاکہ زمین (متحرک ہونے کی وجہ سے) تمہیں چکر میں نہ ڈالے اور اس نے تمہارے لئے دریا بنائے اور خشکی کے راستے بنائے تاکہ تم (آسانی سے اپنی منزلِ مقصود تک) راہ پاسکو۔ اور اس نے علامات بھی بنائی ہیں اور ستاروں کے ذریعے بھی وہ راہ پاتے ہیں۔ کیا جو پیدا کرتا ہے اس جیسا ہی ہے جو کچھ بھی پیدا نہیں کرسکتا۔ کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے (یعنی تمہارے آسائش کے سب سامان دراصل خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی ہیں کیا پھر بھی اس کے آگے نہیں جھکتے) اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو ہرگز نہیں گن سکو گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تمہاری کمزوریوں کی پردہ پوشی کرنے والا اور تمہاری تھوڑی تھوڑی کوشش کو بھی نوازنے والا ہے۔

ان آیات میں کس طرح اللہ تعالیٰ نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ اپنی بعض نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے اور آخر میں بتایا ہے کہ دراصل وہ لاانتہا ہیں اور ان کا شمار انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ قرآن کریم جا بجا انسان کو ان نعمتوں کی طرف توجہ دلاتا ہے تاکہ انسانی قلب ان نعمتوں کا صحیح احساس کرکے اپنے مولا کی طرف کھینچا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی قلب میں یہ قابلیت رکھی ہے کہ وہ اپنے محسن کی طرف کھینچا جاتا ہے۔

سو شکر گذاری کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ دل میں احسان کے متعلق احساس پیدا ہو۔ اور انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر غور کرتا رہے۔

(باقی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"تمہارا اصل شکر تقویٰ اور طہارت ہی ہے" (ملفوظات جلد اوّل ص۷۸)

مالی قربانیوں کی حقیقت

مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب قائد مالی مجلس مرکزیہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۔ وَاللّٰهُ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنْفِقُوا خَيْرًا لِأَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۔ إِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ ۔ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۔ (سورۃ التغابن آیت ۱۶ تا ۱۹)

ترجمہ:۔ تمہارے مال اور تمہاری اولادیں صرف ایک آزمائش کا ذریعہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے۔ پس جتنا ہو سکے اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو اور اپنے مال اس کی راہ میں خرچ کرتے رہو۔ یہ تمہاری جانوں کے لئے بہتر ہوگا اور جو لوگ اپنے دل کے بخل سے بچائے جاتے ہیں وہ کامیاب ہوتے ہیں۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے مالوں میں سے ایک اچھا حصہ کاٹ کر الگ کر دو تو وہ اس حصہ کو تمہارے لئے بڑھائے گا اور تمہارے لئے بخشش کے سامان پیدا کرے گا اور اللہ تعالیٰ بہت قدردان اور ہر بات کو سمجھنے والا ہے۔ وہ حاضر اور غائب کو جانتا ہے اور غالب اور حکمت والا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے:۔

عَنْ مطرفٍ عن ابیه قال اتیتُ النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وهو یقرأ الهاکم التکاثر قال یقول ابن آدم مالی۔ مالی۔ قال وهل لك یا ابن آدم من مالك الّا ما اکلت فافنیت او لبست فابلیت او تصدقت فامضیت۔ (مسلم جلد ۲ کتاب الزہد)

یعنی مطرف اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت سورہ الھاکم التکاثر پڑھ رہے تھے۔ سورۃ کی تلاوت کے بعد آپ نے فرمایا انسان کہتا ہے یہ میرا مال ہے وہ میرا مال ہے حالانکہ تیرا اپنے مال میں سوائے اس کے اور کیا حصہ ہے کہ جو کچھ تو نے کھایا وہ تباہ کر دیا۔ جو کچھ پہنا اُسے بوسیدہ کر کے پھینک دیا۔ ہاں وہ مال جو تو نے خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا اُسے تُو نے بچا لیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں :-

"اے جماعتِ مخلصین۔ خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اس وقت ہمیں تمام قوموں کے ساتھ مقابلہ درپیش ہے اور ہم خدا تعالیٰ سے امّید رکھتے ہیں کہ اگر ہم ہمت نہ ہاریں اور اپنے سارے دل اور سارے زور اور ساری توجہ سے خدمتِ اسلام میں مشغول ہوں تو فتح ہماری ہوگی سو جہاں تک ممکن ہو اس کام کے لئے کوشش کرو۔ ۔ ۔ ۔ اپنے دلوں کو دین کی ہمدردی کیلئے جوش میں لاؤ، اب تم خدا تعالےٰ کو کسی اور عمل سے راضی نہیں کر سکتے جیسا کہ دین کی ہمدردی سے۔ سو جاگو۔ اور اٹھو اور ہوشیار ہو جاؤ اور دین کی ہمدردی کے لئے وہ قدم اٹھاؤ کہ فرشتے بھی آسمان پر جزاکم اللہ کہیں۔" (اشتہار مشمولہ آئینہ کمالاتِ اسلام)

ایک اَور مقام پر فرماتے ہیں :-

"چاہیئے کہ خدا تعالیٰ پر توکّل کر کے پورے اخلاص اور جوش اور ہمّت سے کام لیں کہ یہی وقت خدمت گزاری کا ہے۔ اِس کے بعد وہ وقت آتا ہے کہ ایک سونے کا پہاڑ بھی اس راہ میں خرچ کریں تو اِس وقت کے پیسہ کے برابر نہ ہوگا۔" (الحکم ۵ جولائی ۱۹۰۳ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :-

"خدا تعالیٰ کو خیر الرازقین یقین کرو اور کبھی ایسی جُرأت کرنے کی کوشش نہ کرو کہ اپنی ذاتی اغراض کو مقدم کر لو۔ خدا کے لئے جو کچھ انسان چھوڑتا ہے اُس سے کہیں بڑھ کر پالیتا ہے۔ تم جانتے ہو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا چھوڑا تھا اور پھر کیا پایا۔ اور صحابہؓ نے کیا چھوڑا اس کے بدلہ میں کتنے گنے زیادہ انکو خدا نے دیا۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک کیا ہے جو نہیں ہے۔ للہ خزائن السمٰوٰت والارض۔ تجارتوں میں خسارہ کا ہو جانا یقینی اور کاروبار میں تباہیوں کا واقعہ ہو جانا قرین قیاس ہے لیکن خدا تعالیٰ کے لئے کسی چیز کو چھوڑ کر کبھی بھی انسان خسارہ نہیں اٹھا سکتا۔" (تفسیر سورہ جمعہ ص ۶۲)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اپنے ایک پیغام میں دوستوں سے فرماتے ہیں :-

"میری جوانی میں آپ نے میرا ساتھ دیا اب کہ میں بیمار اور کمزور ہوں آپ کا فرض ہے کہ پہلے سے بھی زیادہ میرا بوجھ بٹائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔" (الفضل ۱۲ نومبر ۱۹۵۰ء)

اب آپ خود ہی سوچیں کہ آپ کی ذمہ داریاں کیا ہیں اور کس قدر چُست اور ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے اور اخلاص کا وہ کونسا معیار ہے جس پر ہم نے پہنچنا ہے ✦

روحانی نقطۂ نگاہ سے اہلِ مغرب کی ناگفتہ بہ حالت!

امریکہ کے مشہور عیسائی مناد ڈاکٹر بلی گراہم کا ایک فکر انگیز مقالہ

مغرب کے عیسائی ممالک اپنے مصنوعی خداوند یعنی انجیلی یسوع کی صلیبی موت اور کفارہ کے عقیدے پر ایمان رکھنے کے نتیجہ میں اخلاقی اور روحانی لحاظ سے کس درجہ پستی کا شکار ہو چکے ہیں اور اپنی اِس حالت کی وجہ سے کس طرح مکمل تباہی کے کنارے آ لگے ہیں اِس کا اندازہ امریکہ کے شہرۂ آفاق عیسائی مناد ڈاکٹر بلی گراہم کے ایک حالیہ مضمون سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ اُن کا یہ مضمون انگلستان کے مشہور عیسائی رسالہ "ورلڈ کرسچین ڈائجسٹ" کے نومبر ۱۹۶۲ء کے شمارہ میں شائع ہوا ہے انہوں نے اپنے اِس مضمون میں (جس کا عنوان ہے "I do have a social Gospel") اخلاقی اور روحانی نقطۂ نگاہ سے اہلِ امریکہ کی ناگفتہ بہ حالت کا بہت عبرتناک نقشہ کھینچا ہے۔ اور انہوں نے اعتراف کیا ہے کہ اس وقت امریکہ میں لوگوں کی بد اعمالیاں اُس آخری حد تک پہنچ چکی ہیں کہ جس تک پہنچنے پر پہلے زمانوں میں قومیں مستحق عذاب بنتی رہی ہیں اور قہرِ الٰہی کی مورد بن کر صفحۂ ہستی سے نابود ہوتی رہی ہیں۔ اِسی پر بس نہیں انہوں نے اپنی اہلیہ کا ایک قول نقل کر کے یہاں تک لکھا ہے کہ اگر خدا نے اہلِ امریکہ کی موجودہ بد اعمالیوں کا نوٹس نہ لیا اور انہیں کسی قسم کے عذاب کا مزہ نہ چکھایا تو پھر اُسے اُن بستیوں سے معذرت کرنا پڑے گی جن پر وہ ازمنۂ گزشتہ میں اِن جیسے ہی انفرادی اور اجتماعی گناہوں کی وجہ سے تباہی و بربادی مسلط کرتا رہا ہے۔ ڈاکٹر بلی گراہم نے اگرچہ یہ مضمون صرف اہلِ امریکہ کے بارہ میں ہی لکھا ہے لیکن اِس میں کلام نہیں کہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ مغرب کے ہر عیسائی ملک پر حرف بحرف صادق آتا ہے۔ ذیل میں ہم ان کے مضمون کے ایک ضروری حصّہ کا ترجمہ درج کرتے ہیں۔ وہ رقمطراز ہیں :-

"میرے نزدیک لحظہ بہ لحظہ عالمی صورتِ حال نازک سے نازک تر ہوتی جا رہی ہے۔ کتنے ہی اعداد و شمار اور مثالیں پیش کر کے ثابت کیا جا سکتا ہے کہ فی الواقعہ صورتِ حال کچھ ایسی ہی ہے۔

"ہارورڈ بزنس ریویو" (Harvard Business Review) نے اپنے موسم سرما کے شمارہ میں امریکی قوم اور عوام کی اخلاقی حالت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ملک کے بڑے بڑے تجارتی سربراہوں سے جب دریافت کیا گیا تو پانچ میں سے چار نے اعتراف کیا کہ اُن کے اپنے اپنے تجارتی شعبہ جات میں بعض ایسے طریقے رائج ہیں جو اخلاقی نقطۂ نگاہ سے سخت قابلِ اعتراض ہیں۔ اِسی طرح والٹر لپمین (Walter Lippman)

نے مشہور امریکی رسالہ "لک" (Look) کی ایک حالیہ اشاعت میں لکھا ہے کہ امریکی معاشرہ ایک ایسے نئے ضابطۂ اخلاق کو قبول کرنے کی طرف مائل ہوتا جا رہا ہے جس میں از روئے اخلاق جھوٹ اور فریب کے لئے گنجائش موجود ہے۔ ایک مشتہر نے اِس ضابطہ کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ ڈالر کمانے کی دھن میں ہر بات خواہ وہ عام اخلاق کی رو سے کتنی ہی قابلِ اعتراض کیوں نہ ہو، جائز اور روا ہے۔ یرمیاہ نبی نے کہا تھا۔" اور ہر ایک اپنے ہمسایہ کو فریب دے گا اور سچ نہ بولے گا۔ انہوں نے اپنی زبان کو جھوٹ بولنا سکھایا ہے اور یہ لوگ بدکرداری میں جانفشانی کرتے ہیں" (یرمیاہ باب ۹ آیت ۵) بعینہٖ لوگوں کی یہی حالت ہے جو آج ہم اپنے ملک میں مشاہدہ کر رہے ہیں۔ مزید برآں جنسی شغف حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ آج ملک بھر میں جنسی دیویوں کی پوجا ہو رہی ہے۔ جنسی دیویوں کی یہ مورتیں فلمی صنعت ٹیلیویژن اور پریس نے تراش رکھی ہیں اور بعض اوقات تو انکی تراش خراش بہت ہی بھونڈی اور نامناسب ہوتی ہے۔ بہر حال جو کچھ بھی ہے اِس امر میں کلام نہیں کہ جنسی دیویاں آج ہمارے درمیان موجود ہیں اور عوام کا جنسی شغف اِس درجہ بڑھ چکا ہے کہ سدوم اور عمورہ کی یاد تازہ ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ کچھ عرصہ ہوا میری بیوی نے کہا تھا کہ ـــ" اگر خدا نے امریکہ کے بارہ میں اپنا فیصلہ صادر نہ کیا تو اُسے سدوم اور عمورہ کی بستیوں سے معذرت کرنا پڑے گی۔"

نشہ آور چیزوں کے بکثرت استعمال کا مسئلہ اس پر مستزاد ہے۔ اِس امر کی کافی شہادت موجود ہے کہ کیوبا افیم کے ست سے بنی ہوئی دوائیں اور دیگر کیمیاوی مرکبات چین سے درآمد کر کے امریکہ میں سمگل کر رہا ہے تاکہ اِس ملک کے لوگوں کی اخلاقی حالت اور اُن کی حوصلہ مندی کو تباہ کر دیا جائے۔ ملک میں پچاس لاکھ ایسے افراد ہیں جنہیں شراب کے نشہ میں دھت رہنے کی عادت ہے اور ان کا یہ مرض بہت مزمن صورت اختیار کر چکا ہے۔

پھر لوگوں میں روحانی طور پر جو کھوکھلا پن پایا جاتا ہے وہ اپنی جگہ ایک بہت بڑے مسئلہ کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ مشہور امریکی ناول نگار ارنسٹ ہمینگ وے (Ernest Hemingway) نے اپنی وفات سے تھوڑا ہی عرصہ قبل کہا تھا ـــ "مَیں ایک خلاء میں زندگی بسر کر رہا ہوں اور اپنے آپکو اُس ریڈیو ٹیوب کی طرح اکیلا اور افسردہ محسوس کرتا ہوں جس کی بیٹری ختم ہو چکی ہو اور کوئی اَور کرنٹ بھی موجود نہ ہو جسے گزار کر اُس میں زندگی کی لہر دوڑائی جا سکے"۔ اِسی طرح مشہور آسٹروی ماہرِ نفسیات کارل جنگ (Karl Jung) نے اپنی وفات سے قبل کہا تھا ـــ "ہمارے زمانہ کا سب سے بڑا روگ کھوکھلا پن ہے"۔

امریکہ کو جتنی بھی جنگیں لڑنی پڑی ہیں اُن میں سے کوریا کی جنگ ہی ایک ایسی جنگ ہے کہ دشمن کی قید سے کوئی ایک امریکی سپاہی بھی تو بچ نکلنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان امریکی سپاہیوں کے گرد اتنا سنگین پہرہ بھی نہ تھا جتنا کہ جرمن اور جاپانی سپاہی جنگی قیدیوں پر کڑی نگاہ رکھنے اور انکی

بہت زیادہ نگرانی کرنے کے عادی ہیں۔ بات یہ ہے کہ اُن امریکی سپاہیوں میں بچ نکلنے اور لڑنے کا عزم ہی مفقود تھا۔ اخلاقی اور روحانی نقطۂ نگاہ سے لوگوں کے کھوکھلے پن کی یہ ایک مثال ہے۔ مجھے یونیورسٹیوں اور کالجوں میں اکثر جانے کا اتفاق ہوتا ہے یہی بات مَیں نے وہاں بھی محسوس کی ہے۔ سب ہی یکساں طور پر شکوک وشبہات، الجھنوں، کھوکھلے پن اور فسردگی و مایوسی کا شکار نظر آتے ہیں۔

مَیں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ آج ہم اتنے وسیع پیمانے پر بُرائیوں کو پنپتے دیکھ رہے ہیں کہ دنیا نے بد اعمالیوں کی اتنی کثرت پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ اِس سارے ڈرامہ کے پس پردہ شیطان کا مکروہ ہاتھ کام کر رہا ہے۔ اِس کے باوجود (اگر امید کی کوئی جھلک نظر آتی ہے تو یہ کہ) لوگوں کے دلوں میں اندر ہی اندر روحانی بھوک اور روحانی پیاس کا احساس دن بدن نمایاں صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔" (World Christian Digest, Nov. 1962. P. 4 & 5)

امریکہ کی اخلاقی پستی اور روحانی بگاڑ کے اِس عبرتناک نقشہ سے گناہوں اور بداعمالیوں کی اُس ہولناک کثرت کی نشاندہی ہوتی ہے جو قہرِ الٰہی کو جوش میں لانے کا موجب ہوا کرتی ہے۔ مسٹر بلی گراہم کے یہ الفاظ کہ اگر خدا نے اہلِ امریکہ کی بد اعمالیوں پر اُن کے خلاف اپنا فیصلہ صادر نہ کیا تو پھر اُسے سدوم اور عمورہ کی بستیوں سے معذرت کرنا پڑیگی خاص طور پر قابلِ غور ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام کے زمانہ میں سدوم اور عمورہ کی بستیاں ہر چند کہ بہت ترقی یافتہ اور خوشحال تھیں اُن کے انکار اور گناہوں کی بے انتہا کثرت کے باعث قہرِ الٰہی کے نتیجہ میں تباہ و برباد کر دی گئی تھیں۔ قرآنِ مجید نے بھی ان بستیوں کی عبرتناک تباہی کو بطور مثال پیش کیا ہے اور بائیبل میں بھی گندھک اور آگ کے عذاب کے نتیجہ میں ان کے یکسر تباہ و برباد اور نیست و نابود ہونے کا تفصیل سے ذکر آتا ہے۔ مسٹر اور مسز بلی گراہم کے نزدیک اہلِ مغرب بھی اپنی خوشحالی اور غفلت کے باعث اِس درجہ گناہوں میں ملوّث ہو چکے ہیں کہ ان کا بھی خدائی قہر کے نتیجہ میں تباہ و برباد ہونا یقینی نظر آ رہا ہے۔

یہ صورتِ حال صاف اِس امر پر دال ہے کہ یہ بعینہٖ وہ زمانہ ہے کہ جب بائیبل کی رو سے مسیح کی آمدِ ثانی ظہور میں آنا تھی۔ انجیل میں لکھا ہے کہ آخری زمانہ میں مسیح اُس وقت ظاہر ہوگا کہ جب گناہوں کی کثرت اِس حد تک بڑھ جائے گی کہ لوگوں کا اسی طرح مستحق عذاب ہونا یقینی نظر آنے لگیگا اس طرح نوحؑ اور لوطؑ کے زمانے میں لوگ اپنی بد اعمالیوں کے باعث عذابِ الٰہی کے مستحق بن گئے تھے چنانچہ لکھا ہے:-

"اُس نے (یعنی مسیح نے) شاگردوں سے کہا کہ تم کو ابنِ آدم کے دنوں میں سے ایک دن کو دیکھنے کی آرزو ہوگی اور نہ دیکھو گے (یعنی تم اسے شناخت نہ کر سکو گے)..... جیسا کہ نوحؑ کے دنوں میں ہوا تھا اسی طرح ابنِ آدم کے دنوں میں بھی ہوگا کہ لوگ کھاتے پیتے تھے اور ان میں بیاہ شادی ہوتی تھی اس دن تک کہ جب

نوحؑ کشتی میں داخل ہوا اور طوفان نے آکر سب کو ہلاک کیا۔ اور جیسا لوط کے دنوں میں ہوا تھا کہ لوگ کھاتے پیتے اور خرید و فروخت کرتے اور درخت لگاتے اور گھر بناتے تھے لیکن جس دن لوط سدوم سے نکلا آگ اور گندھک نے آسمان سے برس کر سب کو ہلاک کیا۔ ابن آدم کے ظاہر ہونے کے دن بھی ایسا ہی ہوگا۔" (لوقا باب ۱۷۔ آیات ۲۲ تا ۳۰)

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی پیشگوئی کے بموجب گناہوں کی بے انتہا کثرت کے باعث جب صورت حال اس قدر نازک ہو چکی ہے کہ خود اہل مغرب کو سدوم اور عمورہ کا حشر رہ رہ کر یاد آرہا ہے تو پھر اُن کے لئے یہ صورت حال ایک لمحۂ فکریہ کی حیثیت رکھتی ہے کہ وہ سوچیں اور غور کریں کہ مسیح اپنے وعدہ کے مطابق ابھی تک کیوں ظاہر نہیں ہوا۔ اور کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ ظاہر ہو چکا ہو اور وہ ابھی تک اُس سے بے خبر ہوں یا جانتے اور بوجھتے کے باوجود اسے قبول کرنے سے عمداً گریز کر رہے ہوں اور اُن پر مسیح ناصریؑ کا یہ قول صادق آرہا ہو کہ تم کو ابن آدم کے دنوں میں سے ایک دن کو دیکھنے کی آرزو ہوگی اور نہ دیکھو گے۔

حضرت بانی سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام جن کے وجود میں مسیح کی آمد ثانی کی پیشگوئی پوری ہو چکی ہے سب ملکوں اور علاقوں کے رہنے والوں کو اُن کے گناہوں کی کثرت کے نتیجہ میں آنیوالے عذابوں سے نہایت زور دار الفاظ میں خبردار فرما چکے ہیں۔ آپ نے اس ضمن میں علی الخصوص نوحؑ اور لوطؑ کی نافرمان قوموں کے انجام اور اُن پر نازل ہونیوالے دردناک عذابوں سے ڈرایا ہے مسٹر اور مسز بلی گراہم نے تو آج گھبرا کر کہا ہے کہ سدوم اور عمورہ کی بستیوں کا جو حشر ہوا تھا وہی حشر ہمارا ہونیوالا ہے حضرت بانی سلسلۂ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تو آج سے ساٹھ ستر سال قبل کیا یورپ اور کیا ایشیا اور کیا جزائر سب براعظموں کے رہنے والوں کو بالکل اسی نوعیت کے عذابوں سے ڈرا کر بیدار فرما چکے ہیں چنانچہ آپ نے روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کو مخاطب کرتے ہوئے نہایت زوردار الفاظ میں فرمایا۔

"وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازہ پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ اور توبہ کرنے والے امان پائیں گے اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں اُن پر رحم کیا جائیگا.... اے یورپ (مراد مغربی ممالک) تُو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا (مراد مشرقی ممالک) تُو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کریگا میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اُس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چُپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان سُننے کے ہوں وہ

سُننے کہ وہ وقت دور نہیں ۔میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے ۔میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اِس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے ۔نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے ۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے ۔توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے ۔جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی اور جو اُس سے نہیں ڈرتا وہ مُردہ ہے نہ کہ زندہ ۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۶، ۲۵۷)

کتنا عظیم الشان خدائی نشان ہے ۔۱۹۰۰ سال قبل مسیح علیہ السلام نے خبر دی کہ جب دنیا کے آخر میں مسیح ثانی کی بعثت ظہور میں آئے گی تو اُس وقت میری طرف منسوب ہونے والے گناہوں اور بد اعمالیوں کی کثرت کے باعث اُسی عذاب کے مستحق بن چکے ہوں گے جو مختلف شکلوں میں نوحؑ اور لوطؑ کی قوم پر نازل ہُوا تھا ۔اُس وقت مسیح ثانی دنیا میں مبعوث ہو کر انہیں آنے والے عذاب سے خبردار کرے گا اور انہیں خدا کی امان کے نیچے جمع ہونے کے لئے پکاریگا۔ چنانچہ مسیح اوّل کی اِس پیشگوئی کے ۱۹۰۰ سال بعد مسیح ثانی کی بعثت ظہور میں آئی اور اُس نے مشرق و مغرب کی قوموں کو پکار کر خبردار کیا کہ تم شرک اور دوسرے گناہوں سے توبہ کر کے خدائے واحد کے پرستار بنو ورنہ یاد رکھو کہ وہ دن قریب ہیں کہ نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے۔ اُس روز سے ہی کہ جب یہ انتباہ کیا گیا دنیا قیامت کا نمونہ دیکھتی چلی آرہی ہے حتیٰ کہ آج خود اہل مغرب بھی جو تمام تر مسیح اوّل کے پیرو ہیں اپنے گناہوں اور بد اعمالیوں کی کثرت سے گھبرا کر پکار اُٹھے ہیں کہ اگر آج خدا نے ہم سے باز پُرس نہ کی اور اُس کی گرفت نہ آئی تو پھر خدا کو سرزمین لوط کی بستیوں سدوم اور عمورہ سے معذرت کرنا ہوگی یعنی یہ کہ ہماری بد اعمالیاں اِس درجہ بڑھ چکی ہیں کہ ہمارا سرزمین لوط کی طرح تباہ و برباد ہونا یقینی ہے ۔کیا اہلِ مغرب کا یہ اعتراف مسیح ثانی کی صداقت کو روز روشن کی طرح عیاں نہیں کر رہا ۔

اِن حالات میں مسیح اوّل کے پیرو ہونے کی حیثیت میں اہلِ مغرب کا یہ اوّلین فرض ہے کہ وہ مسیح ثانی کو شناخت کر کے اُس پر ایمان لائیں لیکن انہیں اِس کی توفیق نہیں مل سکتی جب تک کہ وہ مسیح کی الوہیت ،صلیبی موت اور کفارہ کے باطل عقائد سے توبہ نہ کریں کیونکہ گناہوں کی کثرت کفارہ کے عقیدہ کو درست تسلیم کرنے کی وجہ سے ہی رونما ہوئی ہے ۔جب یسوعؑ نے صلیب پر لعنتی موت مر کے بنی آدم کے تمام گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا تو پھر نیک اعمال بجالانا بے سُود ٹھہرا بلکہ کُھلی اجازت مل گئی کہ جو جا ہو کرتے پھرو کیونکہ اگلے اور پچھلے سب گناہوں کی سزا مسیح نے خود بھگت لی ۔ابھی وقت ہے کہ اہلِ مغرب توبہ کر کے خدا کی امان کے نیچے آجائیں کیونکہ مسیح ثانی نے لوط کی بستیوں والے عذاب کی خبر دیتے ہوئے کہا ہے کہ :۔

"توبہ کرنے والے امان پائیں گے اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں اُن پر رحم کیا جائے گا ۔"

بچوں کا صفحہ

کبڈّی کا میچ

بچوں کو کبڈّی دیکھنے کا بہت شوق ہوتا ہے۔ اگر کہیں کبڈّی کا میچ ہو رہا ہو تو بڑوں کے ساتھ بچّے بھی میچ دیکھنے پہنچ جاتے ہیں۔ ہار جیت کا نظارہ دیکھ کر وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ دونوں طرف سے خوب زور آزمائی ہوتی ہے۔ آخر وہ ٹیم جو طاقتور ہو جیت جاتی ہے لیکن بعض ٹیمیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کے کھلاڑی دیکھنے میں تو کمزور ہوتے ہیں لیکن ہوتے ہیں بہت ہُنرمند اور جان لڑانے والے۔ ان کا بھروسہ خدا پر ہوتا ہے۔ وہ طاقتور ٹیموں سے بھی بازی لے جاتے ہیں۔ جب کوئی ایسی ٹیم میدان مارتی ہے تو بہت لُطف آتا ہے۔ سب خوش ہو کر اُس کی تعریف کرتے ہیں اور خوب ہی شاباش دیتے ہیں۔

ہم بچوں کو کبڈّی کے ایک ایسے ہی میچ کا حال سُناتے ہیں۔ یہ میچ بہت ہی عجیب و غریب اور دلچسپ ہے۔ ساٹھ ستّر سال سے یہ میچ ہو رہا ہے اور ابھی تک جاری ہے۔ اور اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک ہار جیت کا آخری فیصلہ نہ ہو جائے۔ جب یہ آخری فیصلہ ہو گا تو دنیا میں ایک انقلاب آجائے گا اور دنیا کی کایا پلٹ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کو جبکہ آپ ابھی بچّے ہی تھے خواب میں اِس میچ کا ایک نظّارہ دکھایا تھا۔ پہلے ہم حضور ہی کے الفاظ میں وہ خواب سُناتے ہیں۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"مَیں ابھی چھوٹا تھا۔ مَیں نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ ایک سڑک پر جو مدرسہ احمدیہ کے پاس سے مہمان خانہ کو جاتی ہے کبڈّی ہو رہی ہے۔ ہم ایک طرف ہیں اور غیر احمدی دوسری طرف۔ غیر احمدیوں میں سے جو بھی ہماری طرف آتا ہے ہمارے آدمی اسے پکڑ کر بٹھا لیتے ہیں یہی کہ اُن کے سارے آدمی ہماری طرف آگئے۔ صرف مولوی محمد حسین بٹالوی پیچھے رہ گئے اِس کے بعد مَیں نے دیکھا کہ انہوں نے بھی دیوار کی طرف منہ کر کے آہستہ آہستہ ہماری طرف چلنا شروع کیا۔ جب وہ درمیانی لکیر پر پہنچے تو کہنے لگے کہ جب سارے ہی آگئے ہیں تو مَیں بھی آجاتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ بھی ہماری طرف آگئے۔" (تفسیر سورۃ البقرہ صفحہ ۲۵۲)

اَب بچے سمجھ گئے ہوں گے کہ کبڈی کے اِس میچ سے کیا مراد ہے۔ یہ میچ جماعتِ احمدیہ اور دوسرے لوگوں میں ہو رہا ہے۔ جماعتِ احمدیہ لوگوں کو حقیقی اسلام کی طرف بلا رہی ہے اور بعض لوگ، ہیں کہ اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ مخالفت کے باوجود لوگ ایک ایک کر کے برابر اس میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ مقابلہ اسی طرح جاری رہے گا یہاں تک کہ سارے لوگ جماعتِ احمدیہ میں شامل ہو جائیں گے۔ اُس وقت روئے زمین پر احمدیت ہی احمدیت ہو گی یعنی ہر طرف حقیقی اسلام ہی حکمران نظر آئے گا۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم دن رات دعائیں کرتے رہیں کہ اللہ تعالےٰ جلد وہ دن لائے کہ احمدیت ساری دنیا میں پھیل جائے اور ساری دنیا حقیقی اسلام قبول کر کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آ جائے۔ آمین۔

بُرائیاں چھوڑنے کی نصیحت

(حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

تقویٰ یہی ہے یارو کہ نخوت کو چھوڑ دو
کبر و غرور و بُخل کی عادت کو چھوڑ دو

اِس بے ثبات گھر کی محبت کو چھوڑ دو
اُس یار کے لئے رہِ عِشرت کو چھوڑ دو

لعنت کی ہے یہ راہ سو لعنت کو چھوڑ دو
ورنہ خیالِ حضرتِ عزّت کو چھوڑ دو

تلخی کی زندگی کو کرو صِدق سے قبول
تا تُم پہ ہو ملائکۂ عرش کا نزول

اسلام چیز کیا ہے؟ خُدا کے لئے فنا
ترکِ رضائے خویش پئے مرضئ خُدا

(درّثمین)



انسان کی عملی اور اعتقادی غلطیاں ہی عذاب کی جڑ ہیں

نجات وہی پائے گا جو بداعتقادی اور بدعملی کی آگ سے دور رہے گا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

'' انسان کی عملی اور اعتقادی غلطیاں ہی عذاب کی جڑ ہیں ۔ وہی در حقیقت خدا تعالی کے غضب سے آگ کی صورت پر متمثل ہوں گی اور جس طرح پتھر پر سخت ضرب لگانے سے آگ نکلتی ہے اسی طرح غضب الہی کی ضرب انہی بداعتقادیوں اور بدعملیوں سے آگ کے شعلے نکالے گی اور وہی آگ بداعتقادوں اور بدکاروں کو کھا جائیگی ۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ بجلی کی آگ کے ساتھ خود انسان کی اندرونی آگ شامل ہو جاتی ہے تب دونوں مل کر اس کو بھسم کر دیتی ہیں اسی طرح غضب الہی کی آگ بد اعتقادی اور بد عملی کی آگ کے ساتھ ترکیب پا کر انسان کو جلا دے گی ۔ اسی طرف اشارہ کر کے اللہ تعالی قرآن میں فرماتا ہے نار اللہ الموقدة التی تطلع علی الافئدة یعنی جہنم کیا چیز ہے؟ وہ خدا کے غضب کی آگ ہے جو دلوں پر بھڑکے گی یعنی وہ دل جو بداعمالی اور بداعتقادی کی آگ اپنے اندر رکھتے ہیں وہ غضب الہی کی آگ سے اپنے آگ کے شعلوں کو مشتعل کریں گے ۔ تب یہ دونوں قسم کی آگ باہم مل کر ایسا ہی ان کو بھسم کرے گی جیسا کہ صاعقہ گرنے سے انسان بھسم ہو جاتا ہے ۔ پس نجات وہی پائے گا جو بداعتقادی اور بدعملی کی آگ سے دور رہے گا ۔ سو جو لوگ ایسے طور کی زندگی بسر کرتے ہیں کہ نہ تو سچی خدا شناسی کی وجہ سے ان کے اعتقاد درست ہیں اور نہ وہ بداعمالیوں سے باز رہتے ہیں بلکہ . . . . . دلیری سے گناہ کرتے ہیں وہ کیونکر نجات پا سکتے ہیں ۔ یہ بچارے اب تک سمجھے نہیں کہ در حقیقت ہر ایک انسان کے اندر ہی دوزخ کا شعلہ اور اندر ہی نجات کا چشمہ ہے ۔ دوزخ کا شعلہ فرو ہونے سے خود نجات کا چشمہ جوش مارتا ہے ۔ اس عالم میں خدا تعالی یہ سب باتیں محسوسات کے رنگ میں مشاہدہ کرا دے گا ''

(ست بچن صفحہ ۱۴۳)

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا ۔